اَھْلَاکُ الْوَھَابِیِّیْن

توہین قبور

پر وہابیوں کا پوسٹ مارٹم

مصنف:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام

احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل و حاشیہ:

ابو تراب علامہ محمد ناصر مدنی

باہتمام

حافظ محمد طاہر یوسف زئی

ناشر

مکتبہ تنظیم اہلسنت

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مکتبہ تنظیم اہلسنت

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے
”فقہ حنفی PDF BOOK“
چینل کو جوائن کریں
http://T.me/FiqaHanfiBooks
عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں
https://t.me/tehqiqat
علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک
سے فری ڈاؤن لوڈ کریں
https://archive.org/details/
@zohaibhasanattari
طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری
زوہیب حسن عطاری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: تنویر قبور
پختہ قبروں کا مسئلہ

مصنف: اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: ابو تراب محمد ناصر مدنی

کمپوزنگ اینڈ گرافکس: بلم کمپوزنگ اینڈ گرافکس
0336-2473144

قیمت: =/60 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ غوثیہ ہول سیل

مکتبہ قادریہ

مکتبہ برکات المدینہ

ناشر

مکتبہ تنظیم اہلسنت

میں اپنی اس ادنیٰ سی خدمتِ دین کو اپنے پیارے "بابا"
کے نام کرتا ہوں جن کی شفقتوں کے باعث آج نہ جانے
کتنے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت نصیب ہوئی، کتنے گمراہوں کو راہِ
ہدایت ملی، جن کی تعلیم و تربیت نے نہ جانے مجھ جیسے
کتنوں کو خوابِ غفلت سے جگا کر کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل
بنایا۔ آپ اس کاوش میں جو بھی خوبی ملاحظہ
فرمائیں اسے میرے "بابا" کی طرف منسوب کردیں
اور جہاں کہیں غلطی کوتاہی پائیں اس کو میری کم علمی
اور کم عقلی پر محمول کریں۔

ابوتراب محمد ناصر مدنی

ابتدائیہ

۱۳۴۴ھ تاریخ کا وہ سیاہ ترین سال ہے جس میں نجدیوں وہابیوں نے حرمین شریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) پر قابض ہونے کے بعد مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے مقدس مقابر کو شہید کرادیا۔ نہ صرف مقابر بلکہ بے شمار مساجد کو بھی شہید کروادیا۔

اس کے علاوہ اہل بیت اور صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے مزارات مقدسہ کی بھی سخت توہین کی۔ یہاں تک بدبختوں نے روضۂ رسول تک کو مسمار کرنے کی مذموم سازش کی لیکن بعض وجوہات کی بنا پر اپنی اس سازش میں کامیاب نہ ہوسکے۔

نجدی وہابیوں کی ان کارروائیوں کے خلاف تمام مسلمانوں میں شدید غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ان کی سخت مذمت کی گئی۔ اور ان کے خلاف بڑی تحریکیں چلیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس معاملے پر گرد پڑتی گئی۔ اور لوگ اس معاملے کو اس طرح بھول گئے

جیسا کہ کبھی ہوا ہی نہ تھا۔

وقت نے رخ بدلا تو یہ انگریز کے ایجنٹ انگریز کی دولت پر پلنے والے اس ملک پاکستان میں بھی پھیل گئے۔ اور انگریز ہی کی پالیسی پر چلتے ہوئے ان لوگوں کا نام و نشان مٹانے کے درپے ہو گئے جن کی قربانیوں سے اسلام نے جِلا پائی۔

ان انگریز کے ایجنٹوں نے مزارات مقدسہ پر بم دھماکے شروع کر دیے یقیناً ایسے لوگ نہ مسلمان کہلانے کے لائق ہیں نہ ہی پاکستانی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو بد کردار آوارہ اور دہشت گردوں سے باخبر رکھا جائے اور صحیح اسلامی معلومات فراہم کی جائیں۔ اور اپنے بزرگوں کی تعظیم کرنے اور انہیں یاد رکھنے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیئے تیار کیا جائے۔

اللہ عزوجل عاجز کی یہ کاوش قبول فرمائے اور بزرگوں کے وسیلہ سے اس کی مغفرت فرمائے۔

آمین

ابو تراب محمد ناصر الدین ناصر مدنی

رسالہ

اھلاك الوھابیین[1] علی توھین قبور المسلمین[2] (۱۳۲۲ھ)

[1] وہابیوں کی تعریف صدر الشریعہ اپنی کتاب بہارِ شریعت میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

یہ ایک نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ اس مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا جس نے تمام عرب خصوصاً حرمین شریفین میں بہت شدید فتنے پھیلائے۔ علماء کو قتل کیا صحابہ کرام وائمہ وعلماء شہداء کی قبریں کھود ڈالیں۔ روضۂ انور کا نام معاذ اللہ صنم اکبر رکھا تھا۔ یعنی بڑا بت۔اور طرح طرح کے ظلم کیے جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے خبر دی تھی کہ نجد سے فتنے اٹھیں گے اور شیطان کا گروہ نکلے گا۔ وہ گروہ بارہ سو برس بعد ظاہر ہوا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے خارجی بتایا۔ اس عبدالوہاب کے بیٹے نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''کتاب التوحید'' رکھا۔ اس کا ترجمہ ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نے کیا اس کا نام ''تقویۃ الایمان'' رکھا اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی۔ ان وہابیہ کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر مشرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات پر محض بلاوجہ مسلمانوں پر حکم شرک وکفر لگایا کرتے اور تمام دنیا کو مشرک بتاتے ہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۵ میں وہ حدیث لکھ کر کہ آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھالی گی اس کے بعد صاف لکھ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے موافق ہوا یعنی وہ ہوا چل گئی اور کوئی مسلمان روئے زمین پر نہ رہا مگر یہ نہ سمجھا کہ اس صورت میں خود بھی تو کافر ہو گیا اس مذہب کا رکن اعظم اللہ کی توہین اور محبوبانِ خدا کی تذلیل ہے۔ ہر امر میں وہی پہلو اختیار کریں گے جس سے منقصت نکلتی ہو۔

اس مذہب کے سرگروہوں کے بعض اقوال نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے عوام بھائی ان کی قلبی خباثتوں پر مطلع ہوں اور ان کے دام تزویر سے بچیں اور ان کے جبہ ودستار پر نہ جائیں۔ برادرانِ اسلام بغور سنیں اور میزان ایمان میں تولیں کہ ایمان سے زیادہ عزیز مسلمان کے نزدیک کوئی چیز نہیں اور ایمان سے

(قبور مسلمین کی توہین کی بنا پر وہابیوں کی سرکوبی)

زیادہ عزیز مسلمان کے نزدیک کوئی چیز نہیں اور ایمان اللہ ورسول کی محبت وتعظیم ہی کا نام ہے۔ ایمان کے ساتھ جس میں جتنے فضائل پائے جائیں وہ اسی قدر زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اور ایمان نہیں تو مسلمانوں کے نزدیک وہ کچھ وقعت نہیں رکھتا اگر چہ کتنا ہی بڑا عالم وزاہد وتارک الدنیا وغیرہ بنتا ہو۔ مقصود یہ ہے کہ ان کے مولوی اور عالم وفاضل ہونے کی وجہ سے انہیں تم اپنا پیشوانہ سمجھو جب کہ وہ اللہ ورسول کے دشمن ہیں۔ کیا یہود ونصاریٰ بلکہ ہنود میں بھی ان کے مذاہب کے عالم یا تارک الدنیا نہیں ہوتے کیا تم ان کو اپنا پیشوا تسلیم کر سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح یہ لامذہب و بدمذہب تمہارے کسی طرح مقتدا نہیں ہو سکتے۔

ایضاح الحق صفحہ ۳۵،۳۶ مطبع فاروقی میں ہے:

''تنزیہ اوتعالیٰ از زمان ومکان وجہت واثبات رویت بلاجہت ومحاذات ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ مے شمارد''

اس میں صاف تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلا کیف ماننا بدعت وگمراہی ہے حالانکہ یہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے تو اس قائل نے تمام پیشوایان اہل سنت کو گمراہ وبدعتی بتایا، بحرالرائق، درمختار وعالمگیری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو مکان ثابت کرے کافر ہے۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ میں یہ حدیث:

"اَرَأَیْتَ لَوْمَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُلَهٗ"

نقل کر کے ترجمہ کیا کہ:

''بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو''

اس کے بعد (ف) لکھ کر یہ فائدہ جڑ دیا:

''یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں''

حالانکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَالْاَنْبِیَاءِ"

''اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے''

مسئلہ ۱۳۸ب: علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ

فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ

''تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں۔''

اسی تقویۃ الایمان صفحہ ۱۹ میں ہے:

''ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم بھی چاہیئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسے سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر۔''

انبیائے کرام واولیائے عظام کی شان میں ایسے ملعون الفاظ استعمال کرنا کیا مسلمان کی شان ہو سکتی ہے۔

صراط مستقیم صفحہ ۹۵:

''بمقتضائے ظلمت بعضها فوق بعض (۴۰:۲۴) از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ وخر خود است''

مسلمانو! یہ امام الوہابیہ کے کلمات خبیثات اور کس کی شان میں؟ حضور اقدس کی شان میں۔ جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے وہ ضرور یہ کہے گا کہ اس قول میں گستاخی ضرور ہے۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰:

''روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا، اقبال و ادبار دینا، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دست گیری کرنی، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء واولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔''

قرآن مجید میں ہے:

اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ

(۹:۷٤)

ان کو اللہ و رسول نے غنی کر دیا اپنے فضل سے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ نبی ﷺ نے دولت مند کر دیا اور یہ کہتا ہے جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے مشرک ہے تو اس کے طور پر قرآن مجید شرک کی تعلیم دیتا ہے قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

وَتُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ

(۱۱۰:۵)

اے عیسیٰ! تو میرے حکم سے مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اچھا کر دیتا ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ

(۴۹:۳)

حضرت عیسیٰ ؑ فرماتے ہیں میں اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور مردوں کو جلا دیتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ اب قرآن کا تو یہ حکم ہے اور وہ وہابیہ یہ کہتے ہیں کہ تندرست کرنا اللہ ہی کی شان ہے جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے مشرک ہے۔ اب وہابی بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرف حضرت عیسیٰ ؑ کے لیے ثابت کیا تو اس پر کیا حکم لگاتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اگر ان کو قدرت بخشی ہے جب بھی شرک ہے تو معلوم نہیں کہ ان کے یہاں اسلام کس چیز کا نام ہے۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱:

"گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے بنائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیغمبر یا بھوت کے مکانوں کے گرد و پیش کے کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہے خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں کہ ان کو اس تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے، ہر طرح شرک ہے۔"

متعدد صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمایا کہ ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینے کو

مکان بنانا موافق مذہب حنفی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنے میں اہل قبور کی توہین

حرم کیا۔ اس کے ببول کے درخت نہ کاٹے جائیں اور اور اس کا شکار نہ کیا جائے۔
مسلمانو! ایمان سے دیکھنا کہ اس شرک فروش کا شرک کہاں تک پہنچتا ہے تم نے دیکھا اس گستاخ نے نبی ﷺ پر کیا حکم جڑا۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۸:

''پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اس کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا یہی کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے''

یعنی جو نبی ﷺ کی شفاعت مانے کہ کہ حضور عزوجل کے دربار میں ہماری سفارش فرمائیں گے تو معاذ اللہ اس کے نزدیک وہ ابو جہل کے برابر مشرک ہے۔
مسئلہ: شفاعت کا صرف انکار ہی نہیں بلکہ اس کو شرک ثابت کیا اور تمام مسلمانوں صحابہ و تابعین وائمہ دین و اولیائے صالحین سب کو مشرک و ابو جہل بنا دیا۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۵۸:

''کوئی شخص کہے فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔''

سبحان اللہ! خدائی کا نام رہ گیا کہ کسی پیڑ کے پتوں کی تعداد جان لے۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۷:

''اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی''

اس میں انبیائے کرام کے معجزات اور اولیاء عظام کی کرامت کا صاف انکار ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا (۷۹:۵) قسم فرشتوں کی جو کاموں کی تدبیر

اوہانت ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

کرتے ہیں۔تو یہ قرآن کریم کو صاف رد کررہا ہے۔

صفحہ۲۲،

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''

تعجب ہے کہ وہابی صاحب تو اپنے گھر کی تمام چیزوں کا اختیار رکھیں اور مالک ہر دو سرا ﷺ کسی چیز کے مختار نہیں۔اس گروہ کا ایک مشہور عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے بلکہ ان کے ایک سرغنہ نے تو اپنے ایک فتویٰ میں لکھ دیا کہ

''وقوع کذب کے معنی درست ہوگئے جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول چکا ایسے کو تضلیل تفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔''

سبحان اللہ! خدا کو جھوٹا مانا پھر بھی اسلام وسنیت وصلاح کسی بات میں فرق نہ آیا معلوم نہیں ان لوگوں نے کس چیز کو ٹھہرالیا ہے۔ایک عقیدہ ان کا یہ کہ نبی > کو خاتم النبیین یعنی آخرالانبیاء نہیں مانتے اور یہ صریح کفر ہے چنانچہ تحذیر الناس صفحہ ۲ میں ہے:

''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں وَلٰکِنۡ رَسولَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النبیین،(۳۳:۴۰) فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہے اور اس مقام کو مقامِ مدح نہ قرار دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔''

پہلے تو اس قائل نے خاتم النبیین کے معنی تمام انبیاء سے زمانا متاخر ہونے کو خیال عوام کہا اور یہ کہا کہ اہل فہم پر روشن ہے کہ اس میں بالذات کچھ فضیلت نہیں حالانکہ حضور اقدس > نے خاتم النبیین کے یہی معنی بکثرت احادیث میں ارشاد فرمائے تو معاذ اللہ اس قائل نے حضور > کو عوام میں داخل کیا اور اہل فہم سے خارج کیا۔

الجواب

ومنه الهداية الى الحق والصواب

جاننا چاہئے کہ انبیاء و اولیاء ؑ وعامۂ مومنین اہلسنت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقۂ مبتدعہ کو نہیں ہے، اسی وجہ سے اس فرقہ محدثہ کے اکابر ملاعنہ کی تصانیف اباطیل اہانتِ محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں، جس کا جی چاہے وہ

پھر اس نے ختم زمانی کو مطلقاً فضیلت سے خارج کیا حالانکہ اسی تاخر زمانی کو حضور نے مقام مدح میں ذکر فرمایا۔ پھر صفحہ ۴ پر لکھا

"آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور رسوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف بالعرض۔

صفحہ ۱۶ پر

"بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

صفحہ ۳۴

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"

لطف یہ کہ اس قائل نے ان تمام خرافات کا ایجاد بندہ ہونا خود تسلیم کر لیا۔

صفحہ ۳۴ پر ہے

، اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور اگر کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔

گاہ باشد کہ کودک ناداں

بغلط بر ہدف زند تیرے

ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اگلے کہہ گئے تھے۔ میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی ﷺ سے یہ بات بہت بعید ہے ویسے بھی اپنی عقل وفہم کی خوبی پر گواہی دینی ہے۔''

یہیں سے ظاہر ہو گیا جو معنی اس نے تراشے سلف میں کہیں اس کا پتا نہیں اور نبی کے زمانہ سے آج تک جو سب سمجھے ہوئے تھے اس کو خیال عوام بتا کر رد کر دیا کہ اس میں کچھ فضیلت نہیں اس قائل پر علمائے حرمین طیبین نے جو فتویٰ دیا وہ ''حسام الحرمین'' کے مطالعے سے ظاہر اور اس نے خود بھی اسی کتاب کے صفحہ ۴۶ میں اپنا اسلام برائے نام تسلیم کیا۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ان نام کے مسلمانوں سے اللہ بچائے اسی کتاب کے صفحہ ۵ پر ہے:

''انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں''

اور سنیے ان قائل صاحب نے حضور کی نبوت کو قدیم اور دیگر انبیاء کی نبوت کا حادث بتایا صفحہ ۷ میں ہے۔

''کیونکہ فرق قدم نبوت اور حدوث نبوت باوجود اتحادِ نوعی خوب جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے''

کیا ذات وصفات کے سوا مسلمانوں کے نزدیک کوئی اور چیز بھی قدیم ہے۔ نبوت صفت ہے اور صفت کا وجود بے موصوف محال۔ جب حضور اقدس ﷺ کی نبوت قدیم غیر حادث ہوئی تو ضرور نبی ﷺ بھی حادث نہ ہوئے بلکہ ازلی ٹھہرے اور جو اللہ وصفات الٰہیہ کے سوا کسی کو قدیم مانے باجماع مسلمین کافر ہے اس گروہ کا یہ عام شیوہ ہے کہ جس امر میں محبوبان خدا کی فضیلت ظاہر ہو طرح طرح کی جھوٹی

تاویلات سے باطل کرنا چاہیں گے اور وہ امر ثابت کریں گے جس میں تنقیص ہو مثلاً براہین قاطعہ صفحہ۵۱ میں لکھ دیا:

''نبی ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں''

اور اس کو شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردیا بلکہ اسی صفحہ پر وسعت علم نبی ﷺ کی بابت یہاں تک لکھ دیا کہ:

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے''

جس وسعت علم کو شیطان کے لیے ثابت کرتا اور اس پر نص ہونا بیان کرتا ہے اسی کو نبی ﷺ کے لیے شرک بتاتا ہے تو شیطان کو خدا کا شریک مانا اور اسے آیت و حدیث سے ثابت جانا۔ بے شک شیطان کے بندے شیطان کو مستقل خدا نہیں تو خدا کا شریک کہنے سے بھی گزرے۔ ہر مسلمان اپنے ایمان کی آنکھوں سے دیکھے کہ اس قائل نے ابلیس لعین کے علم کو نبی ﷺ کے علم سے زائد بتایا یا نہیں۔ ضرور زائد بتایا اور شیطان کو خدا کا شریک مانا یا نہیں۔ ضرور مانا اور پھر اس شرک کو نص سے ثابت کیا یہ تینوں امر صریح کفر اور قائل یقینی کافر ہے کون مسلمان اس کے کافر ہونے میں شک کرے گا۔ حفظ الایمان صفحہ ۷ میں حضور کے علم نسبت یہ تقریر کی

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے''

مسلمانو! غور کرو کہ اس شخص نے نبی ﷺ کی شان میں کیسی صریح گستاخی کی کہ حضور جیسا علم زید و عمر تو زید و عمر ہر بچے اور پاگل بلکہ تمام جانوروں اور چوپایوں کے لیے حاصل ہونا کہا۔ کیا ایمانی قلب ایسے شخص کے کافر ہونے میں شک کرسکتے ہیں

وشہداء واولیاء : کا منہدم ونابود تا بمقدور کرنا اس فرقے کا شعا ہو گیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا

علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن

ہرگز نہیں۔ اس قوم کا یہ عام طریقہ ہے کہ جس چیز کو اللہ ورسول نے منع نہیں کیا بلکہ قرآن وحدیث سے اس کا جواز ثابت اس کو ممنوع کہنا تو درکنار اس پر شرک وبدعت کا حکم لگا دیتے ہیں مثلاً مجلس میلاد شریف اور قیام وایصال ثواب زیارت قبور و حاضری بارگاہ بیکس پناہ سرکار مدینہ طیبہ وعرس بزرگانِ دین و فاتحہ وسوم وچہلم و استمداد بارواح انبیاء واولیاء اور مصیبت کے وقت انبیاء واولیاء کو پکارنا وغیر ہا بلکہ میلاد شریف کی نسبت تو براہین قاطعہ صفحہ ۱۴۸ میں یہ ناپاک الفاظ لکھے:

''پس یہ ہر روز اعادۂ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام وفسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔

۲ وہابی اور دیوبندی علماء مسلمانوں کی قبروں کی توہین کو جائز سمجھتے ہیں ان پر ٹریکٹر چلانا جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ زیر نظر عبارت ایک دیوبندی وہابی عالم سراج الدین کی کتاب درس توحید سے پیش کی جارہی ہے جس کتاب کی تصدیق مولوی احتشام الحق صاحب کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''قبر پر جو عمارت بنائی گئی ہو اس کا توڑنا اور ڈھا دینا واجب ہے اگرچہ مسجد ہی کیوں نہ ہو۔ نیز کیونکہ قبوں کا بنانا اسلام کو ضرر رسانی میں مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔''

ا درس توحید ص ۴۷

۳ یعنی قبرستان

عبدالوہاب میں فرماتے ہیں:

منها انه صح انه يقول لو اقدر على حجرة الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم لهدمتها.[4]

ان میں سے ایک یہ بات صحیح ہے کہ وہ کہتا ہے میں اگر قدرت پاؤں تو روضہ رسول اللہ ﷺ کو توڑ دوں[5]۔ (ت)

شیخ نجدی نے شہداء وصحابہ کرام کے مزار توڑے

اور یہی علامہ بصری ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:

اقول تهديم قبور شهداء الصحابة المذكورين لاجل البناء على قبورهم

---

[4] فصل الخطاب في رد ضلالات ابن عبدالوهاب

[5] جب نجدی وہابی حرمین شریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) اور سارے حجازِ مقدس پر قابض ہوگئے تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے مقابر و آثار کو منہدم کرا دیا گیا اور مساجد کو منہدم کرانے سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ مکہ معظمہ کے آثار مقدسہ مثلاً مولد النبی ﷺ مولد فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور دوسرے مقامات مقدسہ کو بالکل پامال کر دیا گیا۔ سیدہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار پاک کو نہایت توہین کے ساتھ مسمار کیا گیا اور اس پر گولیاں چلائی گئیں۔ فائرنگ کرتے وقت وہابی یوں کہتے:

"اب تک اپنی پوجا کراتی رہی ہو اب اٹھ اور اٹھ کر ہمارا مقابلہ کر"

اس کے علاوہ حضرات اہل بیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور شہداء اور اولیاء اللہ کے مزاراتِ مقدسہ کی سخت توہین اور بے ادبی کے مرتکب ہوئے اور سب ڈھا دیے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزاراتِ مطہرہ کو بھی پامال اور منہدم کرا دیا گیا نیز مسجد ابو قبیس، مسجد بلال، مسجد نور، مسجد جن اور مسجد کوثر وغیرہم مساجد کو بھی مسمار کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہابیہ نے روضہ رسول مقبول ﷺ کو مسمار کرنے کا بھی ارادہ کر لیا گو بعض ایسے مواقع پیش آئے کہ وہ اپنے اس ناپاک

ضلالۃ ای ضلالتہ انتھی مختصراً ٦

یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام کی قبور کو قبوں کی وجہ سے توڑ ڈالنا بڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے ٧ (بالاختصار)۔ (ت)

ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔

(ملاحظہ ہو ماہنامہ رضوان لاہور، ماہ جولائی ۱۹۶۲ء، دیگر کتب تاریخ و مسائل)

٦ فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوهاب

٧ نجدیوں کی ضلالت اور گمراہی کے بارے میں جاننے کے لیے مولانا عبدالماجد بدایونی کا یہ مقالہ پڑھیں۔

جنۃ البقیع اور کربلا نجدی و عراقی یزیدی

محرم نمبر "پیشوا" کے لیے ایک موصوف کا مسلسل تقاضہ ہے کہ مضمون بھیجوں۔ مسلسل علالت و شکایت امراض کے سبب اعذار یک طرف۔ آج کل تو روح ایمان و عرفان اور حیات عقیدت و محبت پر جو صدمہ ہے، اس نے نڈھال اور بے قرار ہی نہیں، بلکہ بسمل و پامال کر دیا ہے۔ آہ، ظالم و فاسق نجدیوں کے مہالک و مظالم نے سن ٦١ ہجری کو محرم پھر سن ١٣٤٠ھ میں پیش کر دیا۔ کس زبان و قلم سے کہوں؟ اور لکھوں؟ کہ سن ٦١ ہجری میں عراق کی سرزمین پر خاندانِ نبوت و شہزادگان فتوت کا خون خاک میں ملایا گیا تھا۔ اور اب سن ١٣٤٠ ہجری میں چودہویں صدی میں وہی خون، اور وہی جسم اور انھیں پاک جسموں کی نورانی ہڈیاں، حجاز میں سرزمین مدینہ کی حدود میں روضہ مطہرہ کے سامنے، نانا جان کے روبرو، زمین سے نکال کر پھینک دی گئیں۔ قبروں پر ہل چلوا دیے۔ قبے کھڑے خاک میں ملا دیے، یعنی عزت و ذریت رسول اور رسول کے اصحاب اور ہزاروں عاشقوں اور ولیوں اماموں کا نام نشان مٹا دیا۔ یہ ظلم کس نے کیا؟ نجدی یزیدیوں نے۔ یہ ستم کس نے ڈھایا؟ کتاب و سنت پر عمل و حکومت کرنے کا دعویٰ کرنے والوں نے، یہ قیامت کس نے برپا کی؟ امن و اصلاح حجاز کے مدعیوں نے۔ لارڈ کچز ولائڈ جارج کی روح کی ترویج کرنے والے کون ہوئے؟ نام نہاد مسلمان عامل الحدیث والکتاب مسلمان۔ نجد کے وہ مسلمان جو اپنے سوا دنیا کو مشرک، کافر سمجھیں۔ اور

اور یہی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں:

قال بعضهم ولو كان المبنى عليه مشهورا بالعلم والصلاح او كان صحابيا

خالص توحید کے اجارہ دار بنیں۔ مگران موحدین کا نام ونشان مٹیں جن کی سرفروشانہ مساعی سے عالم توحید آشنا ہوا۔ فقولوا انا لله و انا اليه راجعون۔

کیا دنیائے انسانیت وتہذیب میں ایسی بربریت وحشت وظلم کی کوئی مثال کسی نام کے ظالم سے ظالم مسلمان بادشاہ کے عہد تظلم کی مل سکے گی؟ لا واللہ مجھے نجدی ایجنٹ اور ہندوستانی سعودی وہابی اگر زیادہ گالیاں کوسنے دینے چاہیں تو سنیں کہ نجدی اپنے مظالم میں یزید لعنۃ اللہ علیہ سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ یزید بھی مدعی توحید تھا، عامل بالکتاب والسنہ ہونے کا دعویدار تھا۔ اس نے بھی قتل امام عالی مقام علیہ وعلی ابائہ السلام کے لیے امن واصلاح ودفع فساد کا اعلان ووعظ دیا تھا۔ مگر آہ مردہ انسانوں کی بے حرمتی، ان کی قبور کو برباد کر کے اس سے بھی نہ ہوئی۔ اور جو کچھ بھی اس نے کیا وہ امام کو مکہ، مدینہ سے جدا کر کے، یا جدا ہونے کے بعد، عراق کی سرزمین پر، نہ اس سرزمین پر جہاں کے ''کانٹے بھی کاٹے جانے ممنوع ہیں'' مگران تباہ ایمان نجدیوں نے جو کچھ کیا وہ رسول کریم کے جوار میں مواجہہ حضرت محبوب حق میں، خاص ارض مدینہ، اور مخصوص قطعہ مقدسہ، جنت البقیع میں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ دنیا کے کافر، نصرانی، متعصب دشمنانِ اسلام غیر حربی حالت میں مقابر ومساجد اسلام ومسلمین کی تخریب سے حذر کرتے ہیں (دور رہتے ہیں)۔ مگر یہ عاملین حدیث، امن واطمینان کے عہد میں، دھڑا دھڑ مساجد ومقابر مسمار کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان بے حیاؤں کی چتون میلی نہیں ہوتی۔ فلعنة الله عليهم اجمعين۔

عراقیوں میں کچھ وہ بھی تھے اور کربلا کے کارزاروں میں ایسے بھی عراقی وشامی نکل آئے تھے جنھیں بے کس سید مسافروں پر رحم آ گیا تھا۔ اور شقی سے سعید ہو گئے تھے۔ مگر ان نجدی یزیدیوں میں ایک سے ایک بڑھ کر ظالم ہے۔ اور مسلسل قتل وغصب، فسق و فجور، ظلم وتعدی کے بعد بھی ان ان میں ایک سعید روح، رحم وایمان کی تڑپ انصاف و انسانیت کا جذبہ دکھانے والی نہیں۔ یزید نے جو کچھ کیا اول دن سے بالا علان کہہ

وکان المبنی علیہ قبۃ وکان البناء علی قدر قبرہ فقط ینبغی ان لا یھدم لحرمۃ

کرفوجی اجتماع کے ساتھ کیا۔ مگر ان بزدل نجدیوں نے جو کچھ کیا فریب سے، مکر سے، جھوٹ بول کر، دغابازی کرکے کیا۔ کل کی بات ہے کہ ابن سعود کے اعلانات گونج رہے تھے کہ میں حجاج میں شاہ بن کر رہنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ فقط غدار وظالم شریف کے مظالم وجرائم کا خاتمہ کرنے کو بڑھا اور لپکا ہوں۔ رہی حجاز کی شاہی وہ جمہور کی ہوگی۔ پھر اعلان دیا کہ مدینہ پاک کے آثار وشعائر محفوظ رہیں گے۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح تدریجی مگر مسلسل فریب کاری ودغابازی سے کام لیا گیا اور نصرانی اہل سیاست کے وعدے اور ان کی جیسی چالیں چل کر ملت کو پراگندہ، امت کو منتشر، عظمت حرمین کو تباہ وبرباد کیا حجاز کا بادشاہ بھی بن گیا۔ اور اپنی نامقبول اور ناجائز ملوکیت کا سکہ بھی چلانے لگا۔ اور تعصب وتقشف وہابیت کی اعتقادی وعادی گستاخیاں کرکے وقار وعظمت حرمین کو بھی ڈھانے لگا۔ تم نے سنا یا نہیں؟ کہ حکم دے دیا گیا ہے کہ حاجیوں کی واپسی کے بعد گنبد خضریٰ اور شبکہ مقدسہ جو بے کسوں کا سہارا اور عاشقوں کے لیے نقاب چہرہ حبیب ہے، چھپا دیا جائے۔ اس کا پہلا قدم یہ حکم امتناعی ہے جو روضہ مقدسہ کی جالیوں (شبکہ) کو ہاتھ نہ لگانے، اور اس کعبہ حقیقت اور قبلہ کعبہ عبادت کی طرف متوجہ نہ ہوکر دعا کرنے کے جبروت سے بڑھا دیا گیا ہے۔ بتاؤ! یزید، حجاج بن یوسف یا شریف حسین کسی ظالم وجابر نے بھی ایسا کیا تھا؟ اور ایسی مداخلت فی الاعتقادیات کرکے کوئی بھی شقی، مدعی عمل کتاب وسنت ہوا تھا؟ میرا دل جل رہا ہے اور میں ابن سعود کو دعوت مباہلہ لکھ رہا ہوں اور نجدی یزیدیت کو عراقی وشامی یزیدیت سے موجودہ دور ابتلاء میں سخت تر جانتا ہوں۔ اور ہر اس شخص سے جو محرم میں کربلا والے اماموں کے غم منائے التجا کرتا ہوں کہ وہ دعا کرے کہ نجدیوں سے امام عالی مقام شہید کربلا کے جد فخر اولین وآخرین > کا روضہ محفوظ رہے۔ اور دنیا سے یہ نشان رحمت نہ مٹنے پائے اور اس کے مٹانے کے آرزومند اصحاب فیل کی طرح مٹ جائیں۔ اے کربلا والوں کی پاک روحوں کہہ دو۔ آمین۔

جو قابل تھے دار و رسن کے

ہاتھ میں ان کے دار و رسن ہے

(خاک حجاز کے نگہبان

بنشه وان اندرس اذا علمت هذا فهذ البناء علیٰ قبور هؤلاء الشهداء من الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم لا یخلو اما ان یکون واجباً او جائزاً بغیر کراهة وعلیٰ کل فلا یقدم علی الهدم الارجل مبتدی ضال لاستلزامه انتهاک حرمة اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الواجب علیٰ کل مسلمٍ محبتهم ومن محبتهم وجوب توقیرهم وای توقیر هم عند من هدم قبور هم حتی بدت ابدانهم واکفانهم کما ذکر بعض علماء نجد فی سوال ارسله الی انتهی مختصرا۔[8]

بعض علماء نے فرمایا کہ صاحب قبہ اگر کوئی مشہور عالم، متقی یا صحابی ہے اور قبہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہیے کیونکہ خواہ اس کا نشان

---

8 فصل الخطاب فی رَدِّ ضلالات ابن عبد الوهاب۔

9 مفتی احمد یار خان نعیمی اپنی مشہور تصنیف جاء الحق میں لکھتے ہیں:

بحث مزارات اولیاء اللہ پر گنبد بنانا

مسلمان دو طرح کے ہیں ایک تو عام مومنین ۔ دوسرے علماء مشائخ اولیاء اللہ جن کی تعظیم وتوقیر در حقیقت اسلام کی تعظیم ہے۔ عامۃ المسلمین کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے اس لیے منع ہے ہاں اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے رہنا تاکہ اس کا نشان نہ مٹ جائے فاتحہ وغیرہ پڑھی جا سکے جائز ہے۔ اور علماء مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی وفاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں ان کے آسائش اور صاحب قبر کی اظہارِ عظمت کے لیے اس کے آس پاس سائے کے لیے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے اور جن عوام مومنین کی قبریں پختہ بنانا یا ان پر قبہ بنانا منع ہے اگر ان کی قبریں پختہ بن گئی ہوں تو ان کو گرانا حرام ہے۔ پہلے مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے آخر کے دو مسئلوں میں اختلاف اس لیے ہم اس بحث کے دو باب کرتے ہیں پہلے باب میں تو اس کا ثبوت ۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔

بھی کیوں نہ مٹ جائے مگر اس کا کھولنا جائز نہیں اب آپ معلوم ہونا چاہیے کہ۔

پہلا باب

مزارات اولیاء اللہ پر عمارت کا ثبوت

اس جگہ تین امور ہیں ایک تو خود قبر کو پختہ کرنا۔ دوسرے قبر ولی کو قدر سنت یعنی ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا۔ تیسرے قبر کے آس پاس عمارت بنا دینا۔ پھر قبر کو پختہ کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت سے ملا ہوا ہے اس کو پختہ بنانا دوسرے قبر کا بیرونی حصہ جو کہ اوپر نظر آتا ہے اس کو پختہ کرنا۔

قبر کے اندرونی حصے کو پختہ اینٹ سے پختہ کرنا۔ وہاں لکڑی لگانا منع ہے ہاں اگر وہاں پتھر یا سیمنٹ لگایا جاوے تو جائز ہے کیونکہ لکڑی اور اینٹ میں آگ کا اثر ہے۔ قبر کا بیرونی حصہ پختہ بنانا عامۃ المسلمین کے لیے منع ہے اور خاص علماء و مشائخ کے لیے جائز۔

قبر کا تعویذ ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا منع ہے اور اگر آس پاس چبوترہ اونچا کر کے اس پر تعویذ بقدر ایک ہاتھ کیا تو جائز۔

قبر کے آس پاس یا قبر کے قریب کوئی عمارت بنانا عامۃ المسلمین کی قبروں پر تو منع ہے اور فقہاء و علماء کی قبروں پر جائز دلائل حسب ذیل ہیں۔

ا مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب الدفن میں بروایت ابوداؤد ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت عثمان ابن مظعون کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب فرمایا۔ اور فرمایا کہ

اَعْلَمُ بِهَا قَبرَ اَخِیْ وَ اُدفِنُ اِلَیْهِ مَنْ مَّاتَ مِنْ اَهْلِیْ

''ہم اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے مردوں کو دفن کریں گے۔''

۲ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہ فرماتے ہیں ہم زمانہ عثمان میں تھے:

اَنَّ اَشَدَّنَا وَثْبَةَ الَّذِیْ یَثِبُ قَبرَ عُثْمَانَ ابنِ مَظْعُوْنٍ حتّٰی یُجَاوِزَهٗ

ان شہید صحابہ کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلا کراہت جائز۔

''ہم میں بڑا کودنے والا وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا''

مشکوٰۃ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر تھا اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہوسکتی ہیں کہ مشکوٰۃ میں جو آیا کہ قبر کے سرہانے پر پتھر لگایا اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کردیا بلکہ یہ ہے کہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اس کو لگایا اسکے معنی یہ نہیں کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی مگر سرہانے کا ذکر کیا۔ ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کے لیے قبر کچھ اونچی کردی جاوے یا پتھر وغیرہ سے پختہ کردی جائے تو جائز ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔ اس سے پہلے دو مسئلے حل ہوگئے نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی زمین نرم ہو اور لوہے یا لکڑی کے صندوق میں میت رکھ کر دفن کرنا پڑے تو اس کے اندرونی حصہ میں چاروں طرف مٹی سے کہگل کردو۔ (دیکھو شامی اور عالمگیری وغیرہ باب دفن المیت) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کو اندر سے کچا ہونا چاہیے۔ دو مسائل ثابت ہوئے۔

۳ مشائخ کرام اولیاء عظام علمائے کرام کی مزارات کے اردگرد یا اس کے قریب میں کوئی عمارت بنانا جائز ہے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم اور صحابہ کرام و عامۃ المسلمین کے عمل اور علماء کے اقوالِ سے ہے۔ قرآن کریم نے اصحابِ کہف کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہ:

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا

''وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

روح البیان میں اس آیت میں بُنْیَانًا کی تفسیر میں فرمایا:

''دیوارے کہ از چشم مردم پوشیدہ شوند''

یعنی لَایَعْلَمُ اَحَدٌ تُرْبَتُهُمْ وَ تَكُوْنُ مَحْفُوْظَةً مِنْ تَطَرُّقِ النَّاسِ كَمَا

اور بہر صورت منہدم کرنا جائز نہیں، اور یہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے کو بدعتی اور

حُفِظَتْ تُرْبَتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِالْحَظِیْرَۃِ ۔ یعنی انہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جوان کی قبر کو میہ ے اوران کے مزارات لوگوں کے کے جانے سے محفوظ ہو جاویں۔ جیسے کہ حضہ ے ﷺ کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے۔ مگر یہ بات نامنظور ہوئی تب مسجد بنائی گئی۔ مسجداً کی تفسیر روح البیان میں ہے۔ یُصَلِّیْ فِیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ وَیَتَبَرَّکُوْنَ بِمَکَانِھِمْ ۔لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں۔

قرآن کریم نے ان لوگوں کی باتوں کا ذکر فرمایا ایک تو اصحاب کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی باب کا انکار نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اوراب جائز ہیں۔ جیسا کہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ شرائع قبلنا یلزمنا۔ حضور سید عالم ﷺ کو حضرت صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ اگر یہ ناجائز تھا تو پہلے صحابہ کرام اس کو ڈھا دیتے پھر دفن کرتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھچا دی۔ پھر ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اوراس میں پتھر لگوائے۔

چنانچہ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ مصنفہ سید سمہودی دسویں فصل فیما یتعلق بالحجرۃ المنفیۃ ۱۹۶ میں ہے:

"عَنْ عمر و ابنِ دِیْنَارٍ وعُبَیْدِ اللّٰہِ ابنِ اَبِیْ زَیْد قَالَا لَمْ یَکُنْ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَائِطٌ فَکَانَ اَوَّلَ مَنْ بَنٰی عَلَیْہِ جِدَاراً عُمَرُابْنُ الْخَطَّابِ۔ قَالَ عُبَیْدُاللّٰہِ ابنِ اَبِیْ زَیْد کَانَ جِدَارُہ قَصِیْرًا ثُمَّ بَنَاہُ عَبدُاللّٰہِ ابْنِ زُبَیْرِ الخ۔ وَقَالَ الْحَسَنُ الْبَصَرِی کُنْتُ اَدْخُلُ بُیُوْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا غُلَامٌ مُرَاھِقٌ اَدَا نَالُ السَّقْفِ بِیَدِیْ وَکَانَ لِکُلِّ بَیْت حَجَرَۃٌ وَکَانَتْ حُجُرُہٗ مِنَ الْکَعْسَۃِ مِنْ سَعَیْر مَرْبُوْطَۃٌ فِی خُشُب عرعَرَۃ۔

ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا۔ بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی و ابی بکر و عمر میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دیوار گر گئی تو اَخَذُوْا فِی بِنَاءِ صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے۔

فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوْا وَظَنُّوْا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللّٰهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام مَا هِيَ الاقدم عُمَرَ۔

"ایک قدم ظاہر ہو گیا تو لوگ گھبر گئے اور سمجھے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قدم پاک ہے۔ حضرت عروہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ حضور علیہ السلام کا قدم نہیں ہے یہ حضرت فاروق کا قدم ہے۔"

جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پاس بنائی اور ۵۵۷ھ میں بعض عیسائی عابدوں کی شکل میں مدینہ منورہ آئے اور سرنگ لگا کر نعش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا۔ حضور علیہ السلام نے تین بار بادشاہ کے خواب میں فرمایا۔ لہٰذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور روضہ کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر سیسہ لگا کر اس کو بھر دیا پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلاؤں صالحی نے یہ گنبد سبز جواب تک موجود ہے بنایا۔

ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ روزہ مطہرہ صحابہ کرام نے بنوایا تھا اگر کوئی کہے کہ یہ تو حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے تو کہا جاوے گا کہ اس روضہ میں حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما بھی دفن ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دفن ہوں گے۔ لہٰذا یہ خصوصیت نہ رہی۔ بخاری جلد اول کتاب الجنائز اور مشکوٰۃ باب البکا علی المیت میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن حسن ابن علی رضی اللہ عنہم کا انتقال ہو گیا:

ضَرَبَتْ اِمْرَاتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهٖ سَنَةً

حالانکہ ان کی تعلیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے، اب وہ لوگ تعظیم کرنے

"تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا"

یہ بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں سب کی موجودگی میں ہوا۔ کسی نے انکار نہ کیا۔ نیز ان کی بیوی ایک سال تک وہاں رہیں۔ پھر گھر واپس آئیں۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے۔ اس سے بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا بیٹھنا بھی ثابت ہوا۔

یہاں تک تو قرآن و حدیث سے ثابت ہوا۔ اب فقہاء محدثین اور مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

روح البیان جلد ۳، پارہ ۱۰، زیر آیت اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ میں ہے:

فَبِنَاءُ قُبَابٍ عَلٰی قُبُوْرِ الْعُلَمَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ وَالصُّلَحَاءِ اَمْرٌ جَائِزٌ اِذَاکَانَ الْقَصدُ بِذَالِکَ التَّعْظِیْمَ فِی اَعْیُنِ الْعَآمَۃِ حَتّٰی لَا یَحْتَقِرُوْا صَاحِبَ ھٰذَاالْقَبرِ۔

"علماء اور اولیاء صالحین کی قبروں پر عمارات بنانا جائز کام ہے جب کہ اس سے مقصود ہو لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا تا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔"

مرقات شرح مشکوٰۃ کی کتاب الجنائز باب دفن میت میں ہے:

قَدْ اَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءِ عَلٰی قُبُوْرِ الْمَشَائِخِ وَ الْعُلَمَاءِ الْمَشْهُوْرِیْنَ لِیَزُوْرَهُمُ النَّاسُ وَ یَسْتَرِحُوْا بِالْجُلُوْسِ۔

"پہلے علماء نے مشائخ اور علماء کی قبروں پر عمارات بنانا جائز فرمایا ہے تا کہ ان کی لوگ زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں۔

"در آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہدہ و مقابر مشائخ و عظماء و دیدہ چیز ہا افزودند تا آنجا ہیبت و شوکت اہل اسلام و اہل صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند۔ و ترویج و اعلاء شان ایں مقامات باعث رعب و انقیاد ایشاں است و بسیار اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ اند در آخر زمان از مستحبات گشتہ۔"

"آخر زمان میں چونکہ عالم لوگ محض ظاہر بیں رہ گئے لہٰذا مشائخ اور صلحاء

والے کیسے قرار پا سکتے ہیں جنھوں نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جبکہ بعض کے

کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کر دی تاکہ مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاص کر ہندوستان میں کہ یہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں ان مقامات کی اعلان شان کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔

شامی جلد اول باب الدفن میں ہے:

وَقِيلَ لَا يُكره البِنَاءُ اِذَاكَانَ الْمَيِّتُ مِنَ الصَّنَاعِ وَالْعُلَمَاءِ وَالسَّادَاتِ.

''کہ اگر میت مشائخ اور علماء اور سادات کرام میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے۔''

درمختار میں اسی باب الدفن میں ہے۔

لَا يَرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ وَ قِيلَ لَا بَاسَ بِهٖ وَ هُوَ الْمُخْتَارُ

''قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول پسندیدہ ہے۔''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ شامی اور درمختار نے عمارت کے جواز کو قیل سے بیان کیا اس لیے یہ قول ضعیف ہے لیکن یہ صحیح نہیں فقہ میں قیل علامت ضعف نہیں اور بعض جگہ ایک مسئلہ میں دو قول بیان کرتے ہیں اور دونوں قیل سے، ہاں منطق میں قیل علامت ضعف ہے۔ قیل کی مکمل بحث اذانِ قبر کے بیان میں دیکھو۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۳۳۵ میں ہے:

وَقَدْ اعْتَادَ اَهْلُ الْمِصْرِ وَضْعَ الْاَحْجَارِ حِفْظاً لِلْقُبُوْرِ عَنِ الْاِنْدراسِ وَالنَّبْشِ وَلَا بَاسَ بِهٖ وَ فِی الدُّرَرِ وَلَا يُجَصَّصُ وَلَا يُطِيْنُ وَلَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ وَّ قِيْلَ لَابَاسَ بِهٖ هُوَالْمُخْتَارُ.

''مصر کے لوگ قبروں پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں۔ تاکہ وہ مٹنے اکھڑنے سے محفوظ رہیں اور قبر کو گچ نہ کی جاوے نہ کھگل کی جاوے نہ اس پر عمارت بنائی جاوے اگر کہا گیا کہ جائز ہے اور یہی مختار ہے۔''

بعض کے جسم اور کفن بھی ظاہر ہو گئے، جیسا کہ بعض علماء نجد نے اس سوال کے

میزان کبریٰ آخر جلد اول کتاب الجنائز میں امام شعرانی فرماتے ہیں:

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ اَنَّ الْقَبرَ لَا يُبْنٰى وَلَا يُجَصَّصُ مَعَ قَوْلِ اَبِىْ حَنِيْفَةِ يَجُوْزُ ذَالِكَ فَالْاَوَّلُ مُشَدَّدٌ وَالثَّانِىْ مُخَفَّفٌ.

''اسی سے ہے دیگر اماموں کا یہ کہنا کہ قبر پر نہ عمارت بنائی جاوے اور نہ اس کو گچ کی جاوے باوجودیکہ امام ابوحنیفہ کا یہ قول ہے کہ یہ سب جائز ہے پس پہلے قول میں سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔''

اب تو رجسٹری ہو گئی کہ خود امام ابوحنیفہ کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے۔ الحمد للہ کہ قرآن وحدیث اور فقہی عبارات بلکہ خود امام ابوحنیفہ کے فرمان پاک سے ثابت ہو گیا کہ اولیاء علماء کی قبور پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔ عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ یہ جائز ہو چند وجوہ سے۔

اولاً تو یہ دیکھا گیا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے نہ احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام بلکہ لوگ پیروں سے اس کو روندتے ہیں اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں غلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے اس سے بچ کر نکلتے ہیں اور خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اٹھ جاتا ہے۔ اور مشکوٰۃ باب الدفن میں اور مرقات میں ہے کہ مسلمان کا زندگی اور بعد موت یکساں ادب چاہیے۔ اسی طرح عالمگیری کتاب الکراہیت اور اشعۃ اللمعات باب الدفن میں ہے کہ والدین کی قبر کو چومنا جائز ہے۔ اسی طرح فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر سے اتنی دور بیٹھے جتنی دور کہ صاحب قبر کی زندگی میں اس سے بیٹھتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت کا احترام بقدر زندگی کے احترام کے ہے اور اولیاء اللہ تو زندگی میں واجب التعظیم تھے لہٰذا بعد موت بھی اور قبر کی عمارت اس تعظیم کا ذریعہ ہے لہٰذا کم از کم مستحب ہے۔

دوسرے اس لیے کہ جس طرح تمام عمارات میں سرکاری عمارتیں یا کہ مساجد ممتاز رہتی ہیں کہ ان کو پہچان کر لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ علماء کو چاہیے کہ اپنی

جواب میں ذکر کیا۔

وضع قطع لباس صورت اہل علم کا سا رکھیں تا کہ لوگ ان کو پہچان کر مسائل دریافت کریں۔ اسی طرح چاہیے کہ علماء و مشائخ کے قبور عام قبروں سے ممتاز رہیں تا کہ لوگ پہچان کر ان سے فیض لیں۔

تیسرا یہ اس لیے کہ مقابر اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں۔ اور شعائر اللہ کا ادب ضروری ہے قرآن سے ثابت ہے لہٰذا قبروں کا ادب چاہیے۔ ادب کے ہر ملک اور ہر زمانہ میں علیحدہ طریقے ہوتے ہیں۔ جو طریقہ بھی ادب کے خلاف اسلام نہ ہو وہ جائز ہے حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں قرآن پاک ہڈیوں اور چمڑے پر لکھا تھا۔ مسجد نبی کچی تھی اور چھت میں کھجور کے پتے تھے جو بارش میں ٹپکتی تھی۔ مگر بعد کے زمانہ میں مسجد نبوی نہایت شاندار، روضہ رسول ﷺ بہت اہتمام سے بنائے گئے اور قرآن کو اچھے کاغذ پا چھاپہ گیا۔

درمختار کتاب الکراہیت فصل فی البیع میں ہے:

وَجَازَ تَحْلِيَةُ الْمُصْحَفِ لِمَا فِيْهِ مِنَ التَّعْظِيْمِ كَمَا فِي نَقْشِ الْمَسْجِدِ

اس کے ماتحت شامی میں ہے ای بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ یعنی قرآن کریم کو چاندی سونے سے آراستہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں ان کی تعظیم ہے۔ جیسا کہ مسجد کو نقشین کرنا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات اور رکوع اور اعراب سے خالی رکھو۔ لیکن اس زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت درپیش ہوئی یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہو گئے۔ شامی میں اسی جگہ ہے۔

وَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ جَرِّدُ وَالْقُرْآنَ كَانَ فِي زَمَنِهِمْ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ يَخْتَلِفُ بِاِخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ۔

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو یہ اس زمانہ میں تھا اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔''

اسی مقام پر شامی میں ہے کہ قرآن کو چھوٹا کر کے نہ چھاپو یعنی حمائل نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو۔ حرف کشادہ ہوں تقطیع بڑی ہو یہ سارے احکام کیوں ہیں؟ صرف قرآن کی عظمت کے لیے اسی طرح یہ بھی ہے اول زمانہ میں تعظیم قرآن واذان و اقامت پر اجرت لینا حرام تھا حدیث وفقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورتاً جائز کیا گیا۔ حضور[redacted] کے زمانہ میں خود زندہ لوگوں کو پختہ مکان بنانے کی ممانعت تھی۔ ایک صحابی نے پختہ مکان بنایا تو حضور[redacted] ناراض ہوئے یہاں تک کہ ان کے سلام کا جواب نہ دیا جب اس کو گرادیا۔ تب جواب سلام دیا۔

(دیکھو مشکوٰۃ کتاب الرقاق فصل ثانی

اسی مشکوٰۃ کتاب الرقاق میں ہے کہ حضور[redacted] نے فرمایا:

إِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِي مَالِهِ جَعَلَهُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ

''جب بندے کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے تو اس کو اینٹ گارے میں خرچ کرتا ہے۔''

لیکن ان احکام کے باوجود عام مسلمانوں نے بعد میں پختہ مکان بھی بنائے اور مسجدیں بھی۔ تعجب ہے کہ جو حضرات اولیاء اللہ کی قبروں کے پختہ کرنے یا ان پر قبہ بنانے کو حرام کہتے ہیں وہ اپنے مکان کیوں عمدہ اور پختہ بناتے ہیں۔ أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ کیا بعض حدیثوں پر ایمان ہے اور بعض کا انکار۔ اللہ سمجھ دے۔

چوتھے اس لیے کہ اولیاء اللہ کی مقابر کا پختہ ہونا ان پر عمارات قائم ہونا تبلیغ اسلام کا ذریعہ ہے۔ اجمیر شریف وغیرہ میں دیکھا کہ خواجہ صاحب کی دھوم دھام دیکھ مسلمان ہوگئے۔

ہندوستان میں اب کفار مسلمانوں کے ان اوقاف پر قبضہ کر رہے ہیں جن میں کوئی علامت نہ ہو۔ بہت مسجدیں، خانقاہیں، قبرستان بے نشان ہوکر ان کے قبضے میں پہنچ گئے۔ اگر قبرستان کی ساری قبریں کچی ہوں تو وہ کچھ دن میں گر کر برابر ہوجاتی ہیں اور

ہو گئے ہیں۔

سادہ زمین پر کفار قبضہ جما لیتے ہیں لہٰذا اب سخت ضرورت ہے کہ ہر قبرستان میں کچھ قبریں پختہ ہوں تاکہ ان سے اس زمین کا قبرستان ہونا بلکہ اس کے حدود معلوم ہیں۔

میں نے اپنے وطن میں خود دیکھا کہ مسلمانوں کے دو قبرستان بھر چکے تھے ایک میں بجز دو تین قبروں کے ساری قبریں کچی تھیں۔ دوسرے قبرستان کے کچھ حصہ میں پختہ قبریں بھی تھیں مسلمان فقیروں نے یہ دونوں قبرستان خفیہ طور پر فروخت کر دیے جس پر مقدمہ چلا۔ پہلا قبرستان تو سوائے پختہ قبروں کے مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ کیونکہ حکام نے اسے سفید زمین مانا۔ دوسرے قبرستان کا آدھا حصہ جہاں تک پختہ قبریں تھیں مسلمانوں کو ملا۔ باقی وہ حصہ جس میں ساری قبریں کچی تھیں اور مٹ چکی تھیں کفار کے پاس پہنچ گئے۔ کیونکہ اس قبرستان کے حدود پختہ قبروں کی حد سے قائم کیے گئے۔ باقی کا بیعنامہ درست مانا گیا۔ اس سے مجھے پتہ لگا کہ اب ہندوستان میں کچھ قبریں پختہ ضرور بنوانی چاہییں کیونکہ یہ بقاء وقف کا ذریعہ ہیں جیسے مسجد کے لیے مینارے۔

۱۸ جولائی ۱۹۶۰ء کے اخبارات میں مسلسل یہ خبر شائع ہو رہی ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے پیر سید احمد صاحب بریلوی کی قبر جو بالاکوٹ واقع شکستہ حالت میں ہے اس کی مرمت کی جاوے گی اور اس پر گنبد وغیرہ تعمیر کیا جاوے گا۔ سبحان اللہ سید احمد صاحب جنہوں نے عمر بھر مسلمانوں کی قبریں ڈھائیں اب خود ان کی قبر پر گنبد بنے گا۔ ۲۹ جولائی ۱۹۶۰ء کو صدر پاکستان ایوب خان نے قائداعظم کی قبر کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس میں ایک لاکھ مسلمان شریک تھے اس عمارت پر ۷۵ لاکھ روپیہ خرچ ہوگا اس تقریب میں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی احتشام الحق نے بھی شرکت کی۔ ان کی تقریر راولپنڈی کے جنگ ۱۲ اگست ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ مبارک ہو کہ بانی انقلاب آج بانی پاکستان کی قبر پر سنگ بنیاد رکھ رہا ہے۔ اب تک پاکستان کی حکومتوں نے اس مبارک کام میں بہت سستی کی تھی۔ مسلمانو! یہ ہیں وہ دیوبندی جو اب تک مسلمانوں کی قبریں اکھڑواتے تھے۔ جنہوں

نے نجدی حکومت کو مبارک باد کے تار دیے تھے کہ اس نے صحابہ واہل بیت کی قبریں اکھیڑ دیں آج قائداعظم کی قبر پر گنبد وغیرہ تعمیر ہونے پر مبارک باد دے رہے ہیں۔ ان کا کتابی مذہب اور ہے زبانی مذہب اور عملی مذہب کچھ اور چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔ بہر حال مزار پر گنبد کے دیو بندی بھی قائل ہو گئے۔

دوسرا باب

عمارت قبور پر اعتراضات کے جوابات میں

مخالفین کے اس مسئلہ پر صرف دو ہی اعتراض ہیں اول تو یہ کہ مشکوٰۃ باب الدفن میں بروایت مسلم ہے:

نَهىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُجَصَّصَ الْقُبُوْر وَ اَنْ يُبْنىٰ عَلَيْهِ وَ اَنْ يَقْعَدَ عَلَيْهِ

''حضور 8 نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں پر گچ کی جاوے اور اس سے کہ اس پر عمارت بنائی جاوے اور اس پر بیٹھا جاوے۔''

نیز عام فقہا فرماتے ہیں کہ یکرہ البناء علی القبور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین کام حرام ہیں قبر کو پختہ بنانا۔ قبر پر عمارت بنانا اور قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا۔

جواب: قبر کو پختہ کرنے سے منع ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت کی طرف ہے اس کو پختہ کیا جاوے۔ اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا۔ اَنْ يُجَصَّصَ الْقُبُوْر یہ نہ فرمایا گیا۔ عَلَى الْقُبُوْر ۔دوسرے یہ کہ عامۃ المسلمین کی قبور پختہ کی جاویں کیونکہ یہ بے فائدہ ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ ہر قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا۔ تیسرے یہ کہ قبر کو سجاوٹ، تکلف یا فخر کے لیے پختہ کیا۔ یہ تینوں صورتیں منع ہیں اور اگر نشان باقی رکھنے کے لیے کسی ولی اللہ کی قبر پختہ کی جاوے تو جائز ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے عثمان ابن مظعون کی قبر پختہ پتھر کی بنائی۔ جیسا کہ پہلے باب میں عرض کیا گیا۔ لمعات میں اسی اَنْ یجصص القبور کے ماتحت ہے

لِمَا فِيْهِ مِنَ الزِّيْنَةِ وَالتَّكَلُّفِ

ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذ اللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں، ملا اسمٰعیل دہلوی اپنی

کیونکہ اس میں محض سجاوٹ اور تکلف ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر اس لیے نہ ہو تو جائز ہے۔ اَنْ یُّبْنیٰ عَلَیْہِ یعنی قبر پر عمارت بنانا منع فرمایا۔ اس کے بھی چند معنٰی ہیں اولاً تو یہ کہ خود قبر پر عمارت بنائی جاوے اس طرح کہ قبر دیوار میں شامل ہو جاوے۔ چنانچہ شامی باب الدفن ہے:

وَتَکْرَہُ الزِّیَادَۃُ عَلَیْہِ لِمَا فِیْ الْمُسْلِمِ۔ نَھیٰ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامِ اَنْ یحبصص الْقَبرُ وَ اَنْ یُّبْنیٰ عَلَیْہِ

''قبر کو ایک ہاتھ سے اونچا کرنا منع ہے کیونکہ مسلم میں ہے کہ حضور نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر کچھ بنانے سے منع فرمایا۔''

درمختار اسی باب میں ہے:

وَتَکْرَہُ الزِّیَادَۃُ عَلَیْہِ مِنَ التُّرَابِ لِاَنَّہٗ بِمَنْزِلَۃِ الْبِنَاءِ

''قبر پر مٹی زیادہ کرنا منع ہے کیونکہ یہ عمارت بنانے کے درجہ میں ہے''

اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بنانا یہ ہے کہ قبر دیوار میں آ جاوے اور گنبد بنانا یہ حول البقر کے اردگرد بنانا ہے یہ ممنوع نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ حکم عامۃ المسلمین کے لیے قبروں کے لیے ہے۔ تیسرے یہ اس بنانے کی تفسیر خود دوسری حدیث نے کر دی جو کہ مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجعَل قَبرِیْ وَثناً یعبدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلیٰ قَوْمِ نِ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ مَسجدَ

''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جاوے اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جس نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قبر کو مسجد بنانا اس پر عمارت بنا کر اس طرف نماز پڑھنا حرام ہے یہی اس حدیث سے مراد ہے۔ قبروں پر کیا نہ بناؤ مسجد۔ قبر کو مسجد بنانے کے یہ معنٰی ہیں کہ اس کی عبادت کی جاوے۔ یا کم از کم اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف سجدہ کیا جاوے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

قَالَ الْبَیْضَاوِی لَمَّا کَانَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی یَسْجُدُوْنَ لِقُبُوْرِ الْاَنْبِیَاءِ تَعْظِیْمًا لِشَانِهِمْ وَ یَجْعَلُوْنَهَا قِبْلَةً یَتَوَجَّهُوْنَ فِی الصَّلٰوةِ نَحْوَهَا وَ اتَّخَذُوْهَا اَوْثَانًا لَعَنَهُمْ وَ مَنَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَنْ مِثْلِ ذَالِكَ

"بیضاوی نے فرمایا کہ جب کہ یہود و نصاریٰ پیغمبروں کی قبروں کی تعظیماً سجدہ کرتے تھے اور اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور ان قبور کو انہوں نے بت بنا کر رکھا تھا لہٰذا اس پر حضور نے لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا گیا۔"

یہ حدیث معترض کی پیش کردہ حدیث کی تفسیر ہوگئی۔ معلوم ہوگیا کہ قبہ بنانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ چوتھے یہ کہ یہ ممانعت حکم شرعی نہیں ہے۔ بلکہ زہد و تقویٰ کی تعلیم ہے جیسے کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے کہ رہنے کے مکانات کو پختہ کرنے سے بھی روکا گیا۔ بلکہ گرا دیے گئے۔ پانچویں یہ کہ جب بنانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اس عمارت سے میت کو راحت یا فائدہ پہنچتا ہے تو منع ہے کہ غلط خیال ہے اور اگر زائرین کی آسائش کے لیے عمارت بنائی جاوے تو جائز ہے۔

ہم نے یہ توجیہیں اس لیے کیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے خاص خاص قبروں پر عمارات بنائی ہیں یہ فعل سنت صحابہ ہیں چنانچہ حضرت فاروق نے حضور کی قبر انور کے گرد عمارت بنائی۔ سیدنا ابن زبیر نے اس پر خوبصورت عمارت بنائی۔ حسن مثنیٰ کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر قبہ ڈالا جس کو ہم بحوالہ مشکوٰۃ باب البکاء سے نقل کر چکے۔ زوجہ حسن مثنیٰ کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ باب البکاء میں فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ اَنَّهٗ لِاجْتِمَاعِ الْاَحْبَابِ لِلذِّکْرِ وَالْقِرَاءَةِ وَ حُضُوْرِ الْاَصْحَابِ بِالْمَغْفِرَةِ اَمَّا حَمْلُ فِعْلِهَا عَلَی الْعَبَثِ الْمَکْرُوْهِ فَغَیْرُ لَائِقٍ لِصَنِیْعِ اَهْلِ الْبَیْتِ

"ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کے لیے تھا تاکہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں۔ لیکن ان بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بتانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔"

صاف معلوم ہوا کہ بلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کے لیے جائز ہے۔ نیز حضرت عمرؓ نے حضرت زینب بنت جحش ؓ کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت عائشہ ؓ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر اور حضرت محمد ابن حنیفہ نے عبداللہ ابن عباس ؓ کی قبر پر قبہ بنایا۔ منتقیٰ شرح موطا امام مالک میں ابوعبد سلیمان فرماتے ہیں۔

وَضَرَبَهٗ عُمَرُ عَلٰی قَبرِ زَینَب بِنتِ جَحشٍ وَ ضَرَبَتهٗ عَائِشَةُ عَلٰی قَبرِ اَخِیهَا عَبدالرَّحمٰنِ وَ ضَرَبَهٗ مُحَمَّدُ ابنِ الحَنِیفَةِ عَلٰی قَبرِ ابنِ عَبَّاسٍ وَ اِنَّمَا کَرِهَ لِمَنْ ضَرَبَهٗ عَلٰی وَجهِ السُّمعَةِ وَالمُبَاهَاتِ۔

''حضرت عمر نے زینب جحش کی قبر پر قبہ بنایا حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر قبہ بنایا محمد ابن حنیفہ (ابن حضرت علی) نے ابن عباس کی قبر پر قبہ بنایا 7 اور جس نے قبہ بنانا مکروہ کہا ہے تو اس کے لیے کہا جو کہ اس کو فخر وریا کے لیے بنائے۔''

بدائع الصنائع جلد اول صفحہ ۳۲۰ میں ہے:

رُوِیَ اَنَّ ابنِ عَبَّاس لَمَّا مَاتَ بِالطَّائِفِ صَلّٰی عَلَیهِ مُحَمَّدُ ابنِ الحَنِیفَةِ وَ جَعَلَ قَبرَهٗ مُسَنَّمًا وَ ضَرَبَ عَلَیهِ فُسطَاطاً

''جب کہ طائف میں ابن عباس ؓ کا انتقال ہوا تو ان پر محمد ابن حنیفہ نے نماز پڑھی اور ان کی قبر ڈھلوان بنائی اور قبر پر قبہ بنایا۔

عینی شرح بخاری میں ہے ضَرَبَهٗ مُحَمَّدُ ابنِ الحَنِیفَةِ عَلٰی قَبرِ ابنِ عَبَّاس ان صحابہ کرام نے یہ فعل کیے اور ساری امت روضہ رسول ﷺ پر جاتی رہی۔ کسی محدث کسی فقیہ کسی عالم نے اس روضہ پر اعتراض نہ کیا لہٰذا اس حدیث کی وہی توجیہیں کی جاویں جو کہ ہم نے کیں۔ قبر پر بیٹھنے کے معنیٰ ہیں قبر پر چڑھ کر یہ منع ہے نہ کہ وہاں مجاور بنا۔ مجاور بننا تو جائز ہے۔ مجاور اسی کو کہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھے۔ کھولنے بند

" میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" ۔

کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ۔ صحابہ کرام سے ثابت ہے، حضرت عائشہ صدیقہ مسلمانوں کی والدہ حضور ﷺ کی قبر انور کی منتظمہ اور چابی والی تھیں۔ جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان ہی سے کھلوا کر زیارت کرتے۔

(دیکھو مشکوۃ باب الدفن)

آج تک روضۂ مصطفیٰ ﷺ پر مجاور رہتے ہیں کسی نے ان کو ناجائز نہ کہا۔

اعتراض ۲: مشکوۃ باب الدفن میں ہے:

وَعَنْ اَبِیْ ھَیَّاج نِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ علی اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامِ اَنْ لا تدع تِمْثَالًا اِلَّا طَمَةِ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیَۃَ

"ابو ہیاج اسدی سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھ کو حضور ﷺ نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تم کوئی تصویر نہ چھوڑو مگر مٹا دو اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اس کو برابر کر دو۔"

بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں ہے۔

وَرَاٰی ابْنُ عُمَرَ فسطاطًا علی قَبْرِ عبدالرحمٰن فَقَالَ اِنْزَعْهُ یَا غُلَامُ فِاِنَّمَا یُظِلُّهٗ عَمَلُهٗ۔

"ابن عمر ؓ نے عبدالرحمٰن کی قبر پر قبہ خیمہ دیکھا پس آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اس کو علیحدہ کر دو کیونکہ ان پر ان کے عمل سایہ کر رہے ہیں۔"

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی قبر پر عمارت بنی ہو یا قبر اونچی ہو تو اس کو گرا دینا چاہیے۔

نوٹ ضروری: اس حدیث کو آڑ بنا کر نجدی وہابیوں نے صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات کو گرا کر زمین کے ہموار کر دیا۔

جواب: جن قبروں کو گرا دینے کا حضرت علی ؓ نے حکم دیا ہے وہ کفار کی قبریں تھیں۔ نہ کہ مسلمین کی۔ اس کی چند وجہ ہیں۔ اولاً تو یہ کہ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کام کے لیے بھیجتا ہوں۔ جس کے لیے مجھے حضور ﷺ نے بھیجا۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہو سکتیں۔

کیونکہ ہر صحابی کے دفن میں حضور ﷺ شرکت فرماتے تھے نیز صحابہ کرام کوئی کام بھی حضور ﷺ کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے۔ لہٰذا اس وقت جس قدر قبور مسلمین بنیں وہ یا تو حضور کی موجودگی میں یا آپ کی اجازت سے تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا۔ ہاں عیسائیوں کی قبور اونچی ہوتی تھیں۔ بخاری شریف صفحہ ۶۱ مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں ہے:

اَمَرَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِکِیْنَ فَنُبِشَتْ

"حضور ﷺ نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس اکھیڑ دی گئیں۔"

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۶۱ میں ایک باب باندھا ہَلْ یُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِکِی الْجَاهِلِیَّةِ کیا مشرکین زمانہ جاہلیت کی قبریں اکھیڑ دیں جاویں اسی کی شرح میں حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری جلد دوم صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں:

اَیْ دُوْنَ غَیْرِهَا مِنْ قُبُوْرِ الْاَنْبِیَاءِ وَاتْبَاعِهِمْ فِیْ ذَالِكَ اِهَانَةٌ لَّهُمْ

"یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَفِی الْحَدِیْثِ جَوَازُ تَصَرُّفِ الْمَقْبَرَةِ الْمَمْلُوْکَةِ وَجَوَازُ نَبْشِ قُبُوْرِ الدَّارِسَةِ اِذَا لَمْ یَکُنْ مُحَرَّمَةً.

"اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو قبرستان ملک آ گیا اس میں تصرف کرنا جائز ہے اور پرانی قبریں اکھاڑ دی جاویں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔"

اس حدیث اور اس کی شرح نے مخالف کی پیش کردہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کر دی کہ مشرک کی قبریں گرائی جاویں۔ دوسرے اس لیے کہ اس میں قبر کے ساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے۔ مسلمان کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں۔ کیونکہ ان کی قبروں پر میت کا فوٹو بھی ہوتا ہے۔ تیسرے اس لیے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دو اور مسلمان کی قبر کے لیے سنت ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے۔ اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے۔ مانا

پڑے گا کہ یہ قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی تو اونچی قبریں اکھیڑ دیں اور ان کے فرزند محمد ابن حنیفہ ابن عباس کی قبر پر قبہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان کی قبر اونچی بن بھی گئی تب بھی اس کو نہیں اکھیڑ سکتے۔ کیونکہ اس میں مسلمان کی توہین ہے۔ اولاً اونچی نہ بناؤ مگر جب بن جائے تو نہ مٹاؤ۔ قرآن پاک چھوٹا سائز چھاپنا منع ہے۔ دیکھو شامی کتاب الکراہیت۔ مگر جب چھپ گیا تو اس کو پھینکو نہ جلاؤ۔ کیونکہ اس میں قرآن کی بے ادبی ہے احادیث میں وارد ہے کہ مسلمان کی قبر پر بیٹھنا، وہاں پاخانہ کرنا، وہاں جوتے سے چلنا ویسے بھی اس پر چلنا پھرنا منع ہے۔ مگر افسوس کہ نجدی نے صحابہ کرام کے مزارات گرائے اور معلوم ہوا کہ اب جدہ میں انگریز عیسائیوں کی اونچی اونچی قبریں برابر بن رہی ہیں۔ صدق رسول اللہ

یَقْتُلُوْنَ اَھْلَ الْاِسْلَامِ وَ یَتْرُکُوْنَ اَھْلَ الْاَصْنَامِ

ہر ایک کو اپنی اپنی جنس سے محبت ہے۔ حضرت عمر کی حدیث سے سند لانا محض بے جا ہے۔ وہ تو خود فرما رہے ہیں کہ میت پر اعمال کا سایہ کافی جس سے معلوم ہوا کہ اگر میت پر سایہ کرنے کے لیے قبہ بنایا تو جائز ہے۔ عینی شرح بخاری اسی حدیث ابن عمر کے ماتحت فرماتے ہیں:

وَھِیَ اِشَارَۃٌ اِلیٰ اَنَّ ضَرْبَ الْفُسْطَاطِ لِغَرْضٍ صَحِیْحٍ کَاالتَّسَتُّرُ مِنَ الشَّمْسِ مَثَلًا لِلْاَحْیَاءِ لَا لِاِضْلَالِ الْمَیِّتِ جَازَ۔

''ادھر اشارہ ہے کہ قبر پر صحیح غرض کے لیے خیمہ لگانا جیسے کہ زندوں کو دھوپ سے بچانے کے لیے نہ کہ میت کو سایہ کرنے کے لیے جائز ہے''

اس کا تجربہ خود مجھ کو اس طرح ہوا کہ میں ایک دفعہ دوپہر کے وقت ایک گھنٹہ کے لیے سیالکوٹ گیا۔ بہت شوق تھا کہ ملا عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی کے مزار پر فاتحہ پڑھوں۔ کیونکہ ان کے حواشی دیکھنے کا اکثر مشغلہ رہا۔ وہاں پہنچا قبر پر کوئی سائبان نہ تھا۔ زمین گرم تھی دھوپ تیز تھی۔ بمشکل تمام چند آیات پڑھ کر فوراً وہاں سے ہٹنا پڑا۔ جذبہ دل دل ہی میں رہ گیا۔ اس دن معلوم ہوا کہ مزارات پر عمارات بہت فائدہ مند ہیں۔ تفسیر روح البیان پارہ ۲۶، سورہ فتح زیر آیت اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ

باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت پوچھا گیا ہے۔جب قبور مومنین بلکہ اولیاء

ہے کہ بعض مغرور لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آج کل لوگ اولیاء اللہ کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں لہٰذا ہم ان قبروں کو گرائیں گے تاکہ یہ لوگ دیکھ لیں کہ اولیاء اللہ میں کوئی قدرت نہیں ہے ورنہ اپنی قبروں کو گرنے سے بچا لیتے۔

فَاعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الصَّنِيْعُ كُفْرٌ صَرَاحٌ مَاخُوْذٌ مِنْ قَوْلِ فِرْعَوْنَ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ

”تو جان لو کہ یہ کام خالص کفر ہے۔فرعون کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو میں موسیٰ کو قتل کردوں وہ اپنے خدا کو بلا لے میں خوف کرتا ہوں کہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد پھیلا دے گا۔“

مجھ سے ایک بار کسی نے کہا کہ اگر اولیاء اللہ یا صحابہ میں کچھ طاقت تھی تو نجدیوں وہابیوں سے اپنی قبروں کو کیوں نہ بچایا؟ معلوم ہوا کہ یہ محض مردے ہیں پھر ان کی تعظیم وتوقیر کیسی؟ میں نے کہا کہ حضور سے پہلے کعبہ معظمہ میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تھے اور احادیث میں ہے کہ قریب قیامت ایک شخص کعبہ کو گرا دے گا۔آج لاہور میں مسجد شہید گنج سکھوں کا گردوارہ بن گئی، بہت سی مساجد ہیں جو کہ برباد کردی گئیں تو اگر ہندو کہیں کہ اگر خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر ہمارے ہاتھوں سے کیوں نہ بچالیا۔اولیاء اللہ یا ان کی مقابر کی تعظیم ان کی محبوبیت کی وجہ سے کی ہے نہ کہ محض قدرت سے جیسے کہ مساجد اور کعبہ معظمہ کی تعظیم ابن مسعود نے بہت سی مسجدیں بھی گرا دیں جیسے کہ مسجد سیدنا بلال کوہ صفا پر وغیرہ وغیرہ۔

۱۰ سابقاً علامہ بصری کے قول میں گزرا کہ نجدی نے جب قبور شہداء صحابہ کرام رضوان کو شہید کیا تو ان میں ان کے کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے، اور صحابہ 7 کو مدفون ہوئے تخمیناً بارہ سو سال گزر چکے تھے۔پس ہزار تف ہے ملا اسمٰعیل اور اس کے مقلدین وہابیہ رُوسیاہ پر کہ ان کا ایسا ناپاک عقیدہ ہے۔حضور اقدس کی ذاتِ اقدس واطہر کے ساتھ کہ جو مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ اہل سنت کو ان کی صحبت بد سے بچائے۔آمین۔

اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعار نجدیہ وہابیہ ہوا تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنت کو توڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش و اسائش کے مکان بنا کر ان میں لذتِ دنیا میں مشغول و منہمک ہو، جو قطعاً و یقیناً اصحاب قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔

اہلسنت کے نزدیک انبیاء و شہدا و اولیاء اپنے ابدان مع اکفان کے زندہ ہیں

اہلسنت کے نزدیک انبیاء و شہداء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں[۱۳]

---

۱۱ تقویۃ الایمان، ص ۴۲، مطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ لاہور

۱۲ جنت البقیع وہ قبرستان ہے کہ جس میں دفن ہونے کی تمنا ہزاروں عشاق کے دلوں میں مچلتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں دفن ہونے والے کے لیے سرکار کی شفاعت جیسی عظیم الشان خوشخبری ہے۔ ایک ایسا قبرستان کہ جس میں لاتعداد اصحاب رسول مدفون ہیں، ازواجِ مطہرات، اہل بیت اطہار، اولیاء کاملین آرام فرما ہیں، ایک ایسی ذی مرتبت جگہ جہاں فرشتے اپنا سر جھکاتے ہیں نجدیوں نے ایسی متبرک و مقدس جگہ پر بلڈوزر چلوادیے۔ اس تاریخی قبرستان کو مسمار کر کے نجدی ٹولے نے مسلمانوں کے دلوں پر ایسا کاری گھاؤ لگایا ہے جو کہ تادمِ مرگ مندمل نہیں ہو سکتا۔

۱۳ علامہ عبدالحکیم شرف قادری "عقائد و نظریات" میں تحریر فرماتے ہیں:

حیاتِ شہداء قرآن حکیم کی نص سے ثابت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

(قرآن کریم ۳:۱۶۹)

"وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں۔"

اہل حدیث (غیر مقلد) قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بلکہ انبیاء ؑ کے ابدان لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے ،، اسی طرح

"جمہور کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ شہداء حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، پھر ان میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ قبروں میں ان کی روحیں ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں تو وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ حضرت مجاہد (تابعی) فرماتے ہیں انہیں جنت کے پھل دیے جاتے ہیں یعنی انہیں ان کی خوشبو محسوس ہوتی ہے حالانکہ وہ جنت میں نہیں ہوتے، جمہور کے علاوہ بعض علماء نے کہا کہ یہ زندگی مجازی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں جنت کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے مستحق ہیں، پہلا قول صحیح ہے کہ اور مجاز کی طرف رجوع کا کوئی باعث نہیں۔

(شوکانی بحوالہ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۹۹

حیاتِ انبیاء :

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (الآیہ) کا مطلب یہ ہے کہ شہدائے کرام حقیقۃً زندہ ہیں اور انہیں معروف رزق دیا جاتا ہے، ماننا پڑے گا کہ انبیاء کرام بھی حقیقۃً زندہ ہیں اور معروف رزق دیا جاتا ہے کیونکہ شہید اس بلند مقام اور دائمی زندگی تک ان کی پیروی کے سبب ہی پہنچا ہے لہٰذا انبیاء کرام اس زندگی کے زیادہ حق دار ہیں بلکہ ان کی زندگی تو شہداء سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

"کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ یہ زندگی شہداء کے ساتھ خاص ہے، میرے نزدیک حق یہ ہے یہ زندگی ان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام کی زندگی ان سے زیادہ قوی ہے اور خارج میں اس کے آثار زیادہ ظاہر ہیں، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح جائز نہیں ہے، جب کہ شہید کی بیوہ سے (اس کی عدت کے بعد) نکاح کیا جا سکتا ہے، صدیقین بھی شہداء سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور صالحین یعنی اولیاء کرام ان کے ساتھ ملحق ہیں جیسے کہ

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ترتیب دلالت کر رہی ہے۔
"مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ"
اسی لیے صوفیاء کرام فرماتے ہیں ہماری روحیں، ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں، بہت سے اولیاء کرام سے بتواتر منقول ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو خائب وخاسر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے ہدایت دیتے ہیں۔

(تفسیر مظہری: ج۱۰ ص۱۵۱

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس عبارت میں وصال کے بعد انبیاء کرام صدیقین اور اولیاء کی حیات بھی ثابت کی ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان حضرات کی نصرت و اعانت، اللہ تعالیٰ کے اذن سے جاری ہے۔
قاضی شوکانی کہتے ہیں:
"شہداء کے بارے میں قرآن پاک کی نص وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں اور ان کی زندگی جسمانی ہے، انبیاء ومرسلین کا کیا مقام ہوگا؟ حدیث میں ثابت ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، یہ حدیث امام منذری نے روایت کی اور امام بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا۔"

(نیل الاوطار ج۳ ص۲۸۲

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم کو معنوی شہادت سے نوازا ہے کیونکہ آپ کا وصال اس زہر کے اثر سے ہوا جو خیبر کی یہودی عورت نے آپ کو کھلائی تھی۔
امام بخاری اور امام بیہقی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ 5 سے راوی ہیں کہ نبی اکرم = مرضِ وصال میں فرمایا کرتے تھے کہ:
"میں نے جو کھانا خیبر میں کھایا تھا اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں اور اس وقت اس زہر کے اثر سے میری انتڑیاں کٹ گئی ہیں۔"

(الحاوی للفتاوی: ج۲، ص۱۴۲

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

حضرات روزی ورزق دیے جاتے ہیں، علامہ سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کا قبرانور میں زندہ ہونا نص قرآن سے ثابت ہے یا تو لفظ کے عموم سے یا مفہوم موافقت سے''

(الحاوی للفتاوی، ج۲، ص۱۴۲

یعنی اگر شہادت معنویہ کا اعتبار کیا جائے تو آپ کی حیاتِ اقدس عموم قرآن سے ثابت ہوگی کیونکہ آپ بھی شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

امام علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ ابن عقیل حنبلی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ نبی اکرم ﷺ قبرانور میں ازواجِ مطہرات کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں اس پر علامہ زرقانی نے فرمایا:

''یہ ظاہر ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے''

(شرح مواہب لدنیہ، ج۶، ص۱۹۶

یاد رہے کہ ابن عقیل حنبلی ان ائمہ میں سے ہیں جن کے اقوال علامہ ابن تیمیہ بطور حوالہ نقل کرتے ہیں۔

حیرت ہے کہ بعض لوگ اس قول پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے قبر جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے، یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا، قرآن پاک میں ہے:

وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ

(۲۵۰۲)

''اور ان کے لیے ان باغوں میں ستھری بیویاں ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مقدسہ سے بڑھ کر کس کی قبر جنت کا باغ ہوگی؟

۱۴۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری اپنی کتاب ''عقائد ونظریات میں تحریر فرماتے ہیں:

قاضی شوکانی کہتے ہیں حدیث صحیح میں ہے۔

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ

وحیاۃ الشھداء اکمل واعلی فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لایحصل

''انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔''

امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور اس مسئلے پر ایک رسالہ ''حیات الانبیاء'' تصنیف کیا ہے۔

(نیل الاوطار ج۵ ص۱۰۶)

حضرت ابودرداء 4 سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کہ یہ وہ دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر جو بھی درود بھیجے گا اس کا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جائے۔ فرماتے ہیں میں عرض کیا کہ وصال کے بعد بھی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ

''اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، ص۱۱۶)

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے کتاب الجنائز کے آخری باب میں روایت کیا ابن قیم، امام طبرانی کے حوالے سے حضرت ابوالدرداء سے یہی حدیث نقل کرنے کے بعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهٗ حَيْثُ كَانَ

''جو بندہ مجھ پر درود بھیجے گا اس کی آواز مجھے پہنچے گی چاہے وہ کہیں بھی ہو''

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

''احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرم پر کثرت سے درود بھیجنا چاہیے اور درود شریف آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں''

(نیل الاوطار ج۳ ص۲۸۲)

مزید کہتے ہیں:

لمن ليس في رتبتهم، وانما حياة الانبياء اعلى واكمل واتم من الجميع لانها للروح والجسد على الدوام على ماكان في الدنيا.[۱۴-A]

شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جو ان کے ہم مرتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ ہے اس لیے کہ وہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ہے جیسے کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:

"اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد مے کنند

"محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وصال کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں سے مسرور ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی، جب کہ مطلق ادراک مثلاً علم اور سننا تمام مردوں کے لیے ثابت ہے۔"

(نیل الاوطار ج ۰۳ ص ۲۸۲)

حضرت ملا علی قاری حدیث شریف "فنبی اللہ حی یرزق" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"نبی اللہ سے جنس انبیاء بھی مراد ہو سکتی ہے (جو تمام انبیاء کو شامل ہے) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف کامل ترین فرد (نبی اکرم ﷺ) مراد ہوں، پہلا احتمال متعین ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو، جیسے کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں، امام بیہقی نے فرمایا، انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں متعدد جگہوں میں تشریف لے جانا عقلاً جائز ہے جیسے کہ نبی صادق ﷺ کی حدیث وارد ہے۔"

(مرقاۃ ج ۳ ص ۲۴۱)

۱۴-A شفاء السقام، الفصل رابع، مکتبہ نوریہ رضویہ، صفحہ ۲۰۶
تذکرۃ الموتی والقبور، نوری کتب خانہ، ص ۷۵

دگا ہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح مے برآید، می گویند کہ رسول خدا را سایہ نبود ﷺ ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند مے روند، وبسبب ایں ہمیں حیات اجساد آنہارا در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند، ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمودار ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند ،مراد از مومنین کاملین اند، حق تعالیٰ اجسادِ ایشاں را قوتِ ارواح مے دہد کہ در قبور نماز میخوانند (ادا کنند) و ذکر می کنند و قرآن کریم مے خوانند''

اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا[۱۵]۔

---

۱۵ علامہ عبدالحکیم شرف قادری اپنی کتاب ''عقائد و نظریات میں تحریر فرماتے ہیں:

بے سایہ و سایہ بان عالم

سایہ کثیف اجسام کا ہوتا ہے، لطیف اشیاء مثلاً ہوا اور فرشتوں کا سایہ نہیں ہوتا، حضور نبی اکرم ﷺ نورِ مجسم ہیں، اس لیے آپ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہ تھا، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے حدیث شریف اور ائمہ متقدمین کے علمی شہادات کی روشنی میں یہ مسئلہ بیان کیا، ظاہر ہے کہ جس شخص کا دل نورِ ایمان سے روشن ہوگا، وہ اپنے آقا و مولا رحمۃ اللعالمین، محبوب رب العالمین ﷺ کے کمالاتِ عالیہ اور فضائل سن کر جھوم جائے گا۔ اور ''آمنا و صدقنا'' کہے گا، مخالف یہ کہہ کر دامن نہیں چھڑا سکے گا کہ یہ تو بریلویوں کے خرافات ہیں، کیونکہ اس باب میں جن اکابر کے نام آتے ہیں ان پر بریلویت کی چھاپ نہیں لگائی جاسکتی یہ تو وہ بزرگ ہیں جو صدیوں پہلے گزر چکے ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے لیے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب

ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں، اس

آ ئے گیا اور نہ قیام فرمایا، چراغ کی ضیاء میں مگر یہ حضور کے تابش نور نے اس چمک کو دبالیا"

(کتاب الوفاء ابن جوزی ج ۲ ص ۴۰۷)

حضرت ابن عباس کے ارشادِ مبارک سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صرف معنوی نور ہی نہیں، حسی نور بھی ہیں۔

۲ امام نسفی "تفسیر مدارک" میں فرماتے ہیں:

"امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی نے حضور سے عرض کیا: بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔"

(تفسیر مدارک ج ۳ ص ۱۳۵)

۳ امام جلال الدین سیوطی نے "خصائص الکبریٰ" میں ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے:

بَابُ الْآيَةِ فِيْ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُرٰى لَهٗ ظِلٌّ

نبی اکرم کا یہ معجزہ کہ آپ کا سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا، اس باب میں حکیم ترمذی کے حوالے حضرت ذکوان کی روایت لائے ہیں کہ سرورِ عالم کا سایہ نظر نہ آتا تھا، دھوپ میں اور نہ چاندنی میں۔

اس کے بعد محدث ابن سبع کا یہ ارشاد لائے ہیں:

"حضور اکرم کے خواص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ نور ہیں، اس لیے جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا، بعض علماء نے کہا اس کی شاہد وہ حدیث ہے کہ حضور نبی اکرم نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور بنادے۔"

(خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۸)

۴ علامہ سیوطی رحمہ اللہ اپنی دوسری تصنیف "انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب" میں فرماتے ہیں:

لیے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا

"نبی اکرم کا سایہ زمین پر نہ پڑا، حضور کا سایہ نظر نہیں آیا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ ابن سبع نے فرمایا "اس لیے کہ حضور نور ہیں۔ امام رزین نے فرمایا کہ حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔"

5 امام علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

"حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے وہ بات ہے جو بیان کی گئی کہ آپ ﷺ کے جسمِ انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں، اس لیے کہ حضور نور ہیں۔"

(الشفاء ج ۱ ص ۲۴۳)

6 علامہ شہاب الدین خفاجی نے "شرح شفاء" میں کسی قدر گفتگو کے بعد اپنی ایک رباعی بیان کی، جس کا ترجمہ یہ ہے:

"احمد مصطفیٰ ﷺ کے سائے کا دامن، حضور کی فضیلت و کرامت کی بنا زمین پر نہ کھینچا گیا، جیسے کہ محدثین کرام نے کہا ہے، یہ عجیب بات ہے اور اس سے عجیب تر یہ کہ تمام لوگ آپ کے سائے میں ہیں۔"

نیز فرمایا:

"قرآن پاک کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نور ہیں اور آپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں ہے، جیسے کہ وہم کیا گیا ہے، اگر تو سمجھے تو وہ آپ "نور علیٰ نور" ہیں۔"

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸۲)

7 علامہ قسطلانی W نے فرمایا کہ:

"نبی اکرم ﷺ کا دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا، اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا، پھر ابنِ سبع کا حضور اکرم کے نور سے استدلال اور حدیث "اِجْعَلْنِیْ نُوْرًا" سے استشہاد کیا۔

(مواہب لدنیہ ج ۴ ص ۲۵۳)

8 اسی طرح "سیرتِ شامیہ" میں ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ امام حکیم ترمذی نے فرمایا:

ہے۔ ابن ابی الدنیاہ نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح

"اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایہ اقدس پر پاؤں نہ رکھے۔"

(سبیل الھدیٰ والرشاد: ج۲۰ ص۱۲۲)

۹ اما زرقانی نے اس پر تفصیلاً گفتگو کی ہے۔

(شرح مواھب لدنیہ: ج۴ صفحہ ۲۵۳)

۱۰ امام علامہ بوصیری کے "قصیدہ ہمزیہ" کی شرح میں علامہ سلیمان جمل نے بھی بیان کیا۔

(فتوحات احمدیہ شرح ھمزیہ: ص۵)

۱۱ اسی طرح "کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس" میں ہے۔

(تاریخ الخمیس: ج۱ ص۲۱۹)

۱۲ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"عالم شہادت میں کسی بھی شخص کا سایہ اس سے لطیف ہوتا ہے اور چونکہ پورے جہان میں آپ سے زیادہ لطیف کوئی نہیں ہے، تو آپ کا سایہ کس طرح ہوسکتا ہے۔"

(مکتوبات: ص۱۵۵۳)

۱۳ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نے حکیم ترمذی کی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا:

"حضور نبی اکرم کے ناموں میں سے ایک نام نور ہے، اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔"

(مدارج النبوۃ: ج۱ ص۲۱)

۱۴ علامہ عبدالروف مناوی (م۱۰۰۳ھ) نے امام ابن مبارک اور ابن جوزی کے حوالے سے سیدنا ابن عباس کی حدیث نقل کی ہے۔

(شرح شمائل ترمذی: ۱ ۴۶)

۱۵ تفسیر عزیزی میں سورۃ الضحیٰ کی تفسیر میں ہے:

"نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔"

(تفسیر عزیزی: ص۳۱۲)

جہاں چاہتی ہیں سَیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالیٰ ان کے

احسان الٰہی ظہیر نے لکھا:

''انہوں (مولانا احمد رضا) نے اپنے اماموں سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور یہ کہ آپ نور تھے۔''

(البریلویۃ ص ۱۰۵)

اہل سنت و جماعت! مبارک ہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے لے کر امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک جن حضرات نے سرکار دو عالم ﷺ کے سائے کی نفی کی ہے وہ سب ہمارے امام ہیں۔ غیر مقلدین کے نہیں۔ اگر ان کے امام ہوتے تو یہ کیوں کہا جاتا کہ ''انہوں نے اپنے اماموں سے نقل کیا ہے'' آیئے سرسری نظر سے جائزہ لیں کہ ظہیر صاحب نے کن کن حضرات کو امام ماننے سے انکار کیا ہے۔

﴿۱﴾ حضرت ابن عباس ﴿۲﴾ حضرت عثمان غنی ﴿۳﴾ امام جلال الدین سیوطی

﴿۴﴾ امام نسفی، صاحب مدارک ﴿۵﴾ امام قاضی عیاض

﴿۶﴾ علامہ شہاب الدین خفاجی ﴿۷﴾ جلیل القدر تابعی، حضرت ذکوان

﴿۸﴾ امام ابن سبع ﴿۹﴾ حکیم امام ترمذی ﴿۱۰﴾ علامہ محمد بن یوسف شامی

﴿۱۱﴾ امام احمد بن قسطلانی ﴿۱۲﴾ امام زرقانی ﴿۱۳﴾ علامہ سلیمان جمل

﴿۱۴﴾ علامہ حسین بن محمد دیار بکری ﴿۱۵﴾ امام ربانی مجدد الف ثانی

﴿۱۶﴾ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ﴿۱۷﴾ امام عبدالرؤف مناوی

﴿۱۸﴾ شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم

۱۶ مسلمانوں کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں اور انہیں اختیاری ہوتا ہے کہ جہاں چاہیں جائیں

ابن ابی الدنیا و بیہقی، سعید ابنِ مسیب سے روایت کرتے ہیں۔

اَنَّ سلْمان الفارسی وعبداللّٰہ بن سلام التقیا فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربك قبلی فاخبرنی ماذا لقیت فقال اوتلقی الاَحیاءُ الاَموات قال نَعَم اما المؤمنین

جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر

فاِنَّ روحهُمْ فی الجنة رهی تذهب حیث شاء ت

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایک دفعہ آپس میں ملے تو ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا۔ دوسرے صاحب نے پوچھا کیا زندے اور مردے بھی آپ میں ملتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں اور انہیں اختیار ہوتا ہے کہ جہاں چاہیں جائیں۔''

حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان فارسی ہی تھے۔

اولیاء اللہ وفات کے بعد زمین میں گشت کرتے اور جہاں چاہیں سیر کرتے ہیں

امام عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد بن حنبل اپنی مسندوں میں اور طبرانی معجم کبیر میں اور حاکم مستدرک اور ابونعیم، حلیہ میں بہ سند صحیح رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً روایت فرماتے ہیں:

اِنَّ الدُّنْیَا جَنَّةُ الْکَافِرِ وَ سِجْنُ الْمُؤْمِنِ و انّما مثل المؤمن حیـن تخرج نفسهٗ کمثل رجل کان فی سِجْن فَاُخْرِجَ منه فجعل یتقلب فی الارض و یتفسح فیها۔

''بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کا قید خانہ ہے اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی قید خانے میں تھا۔ اب اس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔'' ولفظ ابی بکر هکذا الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر فاذا مات المؤمن یخلی سربه یسرح حیث شاء۔

''دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔''

کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے ہیں ﷺ۔

صاحب قبر نے تلاوت قرآن کی اور صحابہ نے سنی

حضرت ابن عباس 6 فرماتے ہیں۔ بعض اصحاب نے اپنا خیمہ اس جگہ لگایا جہاں ایک قبر تھی۔ اور انہیں معلوم تھا، قبر سے سورۃ تبارک الذی پڑھنے کی آواز بلند ہوئی اور صاحب قبر نے سورۃ تبارک الذی پڑھ کر پوری کی۔ ان اصحاب نے رسول اللہ > کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا سورہ تبارک الذی انسان کو برائیوں سے روکنے والی اور سختیوں سے بچانے والی ہے، اس سورہ نے اس قبر والے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلائی۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ

قبر میں کلام

حضرت عبداللہ انصاری ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت قیس ؓ جب جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو ان کے دفن میں میں بھی شریک تھا، جب ان کو قبر میں رکھ دیا گیا تو انہوں نے کہا:

محمد رسول اللہ ابو بکر ن الصدیق عمرِ الشہید،

عثمان البر الرحیم۔

اور پوری شہادت کو ہم نے بخوبی سنا، اس کے بعد ان کو ویسا ہی پایا جیسا کہ وہ باتیں کرنے سے پہلے تھے۔ یعنی بالکل خاموش، مردہ۔

(رواہ بیہقیؒ

صاحب قبر نے سوال کا جواب دیا! ﷺ

حضرت یحییٰ بن ایوب فزاعی بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن فاروقِ اعظم عمر بن خطاب 4 نے ایک نوجوان کی قبر پر جا کر اسے پکار کر فرمایا۔

یافلانُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ

''اے فلاں جو شخص اپنی زندگی میں اپنے رب سے ڈرتا رہا تو اللہ تعالیٰ اس کو دو باغ دے گا۔''

اور شیخ الہند محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اولیاء خدائے تعالیٰ نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود، و مرزوق اند و خوشحال اند، و مردم را زاں شعور نیست[18]۔

اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں[19]، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وہ خوش حال ہیں، اور لوگوں کو اس کا

اس نوجوان نے اپنی قبر سے جواب دیا:

یاعمر قَدْ اَعْطَانِیْھَا رَبِّیْ فی الْجَنَّۃِ مَرَّتَیْنِ

"اے عمر مجھے تو پروردگار نے جنت میں ایسے باغ دو مرتبہ عنایت فرمائے ہیں۔"

(ابن عساکر، قرۃ العین

[18] اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب حکم الاسراء، ج ۳، ۴۰۲، مطبع تیج کمار لکھنؤ

[19] **موت کے بعد بھی اللہ کے پیارے زندہ ہیں**

امام ابو القاسم قشیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو سعید خراز قدس سرہٗ نے فرمایا میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا تھا، جب میں اس کی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مسکرایا، اور بولا:

یَا اَبَا سعید اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاَحِبَّاءَ اَحْیَاءٌ وَاِنْ مَاتُوْا وَ اِنَّمَا یُقْتَلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلیٰ دَارٍ

"اے ابو سعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مر جائیں وہ تو یونہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔"

(رسالہ قشیریہ

میت نے کہا "میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے"

حضرت سیدی ابو علی قدس سرہٗ فرماتے ہیں میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا جب کفن کھولا

شعور نہیں۔

اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

لافرق لھم فی الحالین ولذ قیل اولیاء اللہ لایموتون ولکن ینتقلون من دارِ الیٰ دارٍ[20] الخ

ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا:

یَا ابَا علی تذللنی بَیْنَ یدی مَنْ تیدللنی

''اے ابو علی تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔''

میں نے عرض کی اے سردار میرے کیا موت کے بعد زندگی؟ فرمایا:

بَلیٰ اَنا حَیٌّ وکلّ محب لاَ تَصرلَكَ بِجَاهِیْ غَدًا

''میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے، بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روزِ قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا۔

(رسالہ قشیریہ

میت نے کہا اللہ کا ہردوست زندہ ہے

حضرت ابو یعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہٗ فرماتے۔ مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا ''پیر ومرشد میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ حضرت یہ اشرفی لیں آدھی میں میرا کفن آدھی میں میرا دفن کا انتظام کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیت۔ مرید مذکور نے آ کر کعبہ کا طواف کیا پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی، میں نے قبر میں اتارا آنکھیں کھول دیں میں نے کہا موت کے بعد زندگی؟ کہا:

اَنَا حَیٌّ وکلُّ محبَ اللہ حَیٌّ

''میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے۔''

(رسالہ قشیریہ، شرح الصدور

[20] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، باب الجمعۃ، فصل الثالث، ج ۳، ص ۲۴۱

اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات و ممات) میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔[۲۱]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں:

امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قیشری قدہ سرہ اپنے رسالے میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ ترہ الممتاز سے روای ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا، باب نبی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا، جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ مسکرایا اور کہا:

یاابا سعید اماعلمت ان الاحبا احیاء وان ماتو ا ونما ینقلون من دارِ الی دار[۲۲]

اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں اگر چہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔

وہی عالی جناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہٗ سے راوی ہیں:

میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا: یا ابا علی اتذللنی بین یدیئج من یدللنی (اے ابوعلی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو

---

۲۱ **میت نے میرا انگوٹھا پکڑلیا**

حضرت ابو یعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں میں نے ایک مرید کو جو مرگیا تھا۔ نہلانے کے لیے تختہ پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا میں نے کہا "جانِ پدر میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے۔"

(رسالہ قشیریہ)

۲۲ شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتیٰ، ص۲۶، خلافت اکیڈمی منگورہ سوات

جو میرے ناز اٹھاتا ہے) میں عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ فرمایا: بل انا حیٌّ و کل محب اللہ حی لانصرنک بجاهی غدا[۲۳] (میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے، بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا)

وہی جنان مستطاب حضرات ابراہیم بن شیبان قدس سرہ سے راوی:

''میرا ایک مرید جوان فوت ہوگیا، مجھ کو سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جان پدر! تو سچا ہے مجھ سے غلطی ہوئی''[۲۴]

وہی امام، حضرت ابو یعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہ سے راوی:

''میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا: جان پدر! میں جانتا ہوں کہ و مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، لے میرا ہاتھ چھوڑ دے''[۲۵]

مکہ معظّمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا: پیر مرشد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا، حضرت ایک اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے اکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی، مین نے قبر میں اتارا۔ انکھیں کھول دیں۔

میں نے کہا: کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ کہا: انا حیٌّ و کُلُّ مُحِبُّ اللہِ

---

۲۳ شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتیٰ، ص۲۶، خلافت اکیڈمی منگورہ سوات

۲۴ شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتیٰ، ص۸۶، خلافت اکیڈمی سوات

۲۵ شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتیٰ، ص۸۶، خلافت اکیڈمی سوات

حَیٌّ[۲۶] (میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے)۔

نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

اور بعض عامہ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان کو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے[۲۷]۔ احادیثِ صحیحہ سے یہ امر ثابت بلاریب ہے۔ حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم 4 سے راوی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا:

---

۲۶ شرح الصدور، باب زیارۃ القبور و علم الموتیٰ، ص ۸۶، خلافت اکیڈمی سوات

۲۷ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں آیا:

۱﴾......شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حسن و جمال ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

''میت کی ہڈی توڑنا زندگی میں اس کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الحفار یجد العظم، ح ۳۲۰۷، ص ۱۴۶۴)

۲﴾......دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جود و نوال ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

''تم میں سے کوئی شخص کسی انگارے پر بیٹھے اور اس کے کپڑے جل جائیں اور اس کی جلد تک اثر پہنچ جائے تو یہ اس کے لیے کسی قبر کے اوپر بیٹھنے سے بہتر ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النہی عن الجلوس علی القبر، ح ۲۲۴۸، ص ۸۳۰)

۳﴾......رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

''میں کسی یا تلوار پر چلوں یا میرے جوتے میرے پاؤں میں گھس جائیں یہ مجھے کسی قبر کے اوپر چلنے سے زیادہ پسند ہے۔''

(ابن ماجہ، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی النہی علی المشی، ح ۱۵۶۷، ص ۲۵۷۰)

۴﴾......حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''میں انگارے پر قدم رکھوں یہ مجھے مسلمان کی قبر پر قدم رکھنے سے زیادہ محبوب ہے۔''

(المعجم الکبیر، ح ۹۶۰۵، ج ۹، ص ۳۲۱)

یاصاحب القبر، انزل من علی القبر لاتؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک[28]
او قبر والے! قبر سے اتر آ، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی: کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانیا کرہ اذاہ بعد موتہ[29]
مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یوں ہی مردہ کی۔

امام احمد ... بسندِ حسن انھیں حضرت عمرہ بن حزم ﷜ سے راوی: سید عالم ﷺ نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لا تؤذی صاحب ھذا القبر (اس قبر والے کو ایذا نہ دے) یا فرمایا: لا تؤذی[30] (اسے تکلیف نہ پہنچا)

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علماء کرام نے جو صاحب بصیرت تھے کر لیا ہے۔ ابن ابی الدنیا ابوقلابہ بصری سے راوی: میں ملک شام سے بصرہ کا جاتا تھا، رات کو خندق میں اترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سے سر رکھ کر سو گیا، جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے: لقد اذیتنی منذ اللیلۃ[31] (اے شخص! تو مجھ کو رات بھر ایذا دی)۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن الدنیا حضرت ابوعثمان نہدی سے، وہ ابن می[...] تابعی سے راوی: ، میں قبر میں گیا، دو رکعات پڑھ کر لیٹ گیا، خدا کی قسم میں خوب جاگ[...]

---

[28] شرح الصدور بحوالہ طبرانی، والحاکم، ص۱۲۶

[29] شرح الصدور، بحوالہ سعید بن منصور، باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذیٰ، ص۱۲۶، خلافت اکیڈمی سوات۔

[30] مشکوۃ المصابیح، بحوالہ احمد عن عمرو بن حزم، باب دفن المیت، ص۱۴۹، مطبع مجتبائی دہلی

[31] شرح الصدور، بحوالہ ابن ابی الدنیا عن ابی قلابۃ، باب ماینفع المیت فی قبرہ، ص۱۲۸، خلافت اکیڈمی سوات۔

رہاتھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اذیتنی [۳۲] (اُٹھ کہ تو نے مجھ کو ایذا دی)۔

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ علیہ سے راوی: ''اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ قبر پا پاؤں رکھوں۔'' ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا، جاگتے میں سنا: الیك عنی یا رجل لا تؤذینی [۳۳] (اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے)۔

اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

اخبرنی شیخی لاعلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمه الله تعالیٰ بانهم یتأذون بخفی النعال. [۳۴]

مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد ابن احمد حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ جوتے کی پہچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

''قبر پر رہنے کو مکان بنانا، یا قبر پر بیٹھنا، یا سونا، یا اس پر یا اس کے نزدیک بول و براز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔''

فتاوی علمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یبنی علی القبر اویقعد اوینام علیه اویطاء علیه او یقضی

---

[۳۲] دلائل النبوة للبیهقی، باب ماجاء فی الرجل سمع صاحب القبر، ج ۷، ص ۴۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت

[۳۳] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم، فصل تأذیہ بسائر وجوہ الاذی، ص ۱۲۶!

[۳۴] مراقی الفلاح علی حامش حاشیة الطحطاوی، فصل فی زیارة القبور، ص ۳۴۲، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

حاجة الانسان من بول او غائط [۳۵] الخ

قبر پر عمارت بنانا، بیٹھنا، سونا، روندنا، بول و براز کرنا مکروہ ہے۔

علامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

لان المیّت یتاذی بما یتاذی به الحیّ [۳۶]

یعنی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

بلکہ دیلمی نے امّ المومنین حضرت صدیقہ سے اس کلیے کی تصریح روایت کی کہ سرورِ عالم نے فرمایا:

المیّت یوذیه فی قبر مایوذیه فی بیته [۳۷]

میت کو جس بات سے گھر میں اذیت ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے ایذا پاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود سے راوی:

اذالمؤمن فی موته کاذاه فی حیوته [۳۸]

مسلمان کو بعد موت اذیت دینی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشمس ہے کہ کھود کر ان پر رہنے کو مکان بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں، جس سے یقیناً اہل قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان ایذا دینا ہے۔ جو ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی معترض کہے کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی

---

۳۵ فتاوی هندیة، الفصل السادس فی القبز والدفن، ج۱، ص۱۶۶، نورانی کتب خانہ پشاور

۳۶ ردالمحتار، فصل الاستنجاء، ج۱، ص۲۲۹، ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر

۳۷ الفردوس بماثور الخطاب، ح۴۵۷، ج۱، ص۱۹۹، دارالکتب العلمیہ بیروت

۳۸ شرح الصدور بحواله ابن ابی شیبه، باب تاذیه بسائر وجوه الاذی، ص۲۶، خلافت اکیڈمی سوات

لکھتے ہیں:

ولوبلی المیّت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ [۳۹]

اگر میت پرانی ہو جائے اور مٹی میں مل جائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے۔

تو جواب اس کا اولاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایات مسطورہ کے معارض ہے [۴۰] لہذا قابلِ قبول نہیں ہے، اور ثانیاً یہ کہ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رد کر دیا ہے دوسری روایت معارضہ سے، پس قابلِ تعمیل نہیں۔

قال فی الامداد ویخالفہ مافی التتار خانیۃ اذاصار المیّت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ [۴۱] الخ.

امداد الفتاح میں فرمایا اور تاتارخانیہ میں اس کے برعکس ہے، یعنی جب قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم وحرمت کے خلاف ہے کہ اس میت کی تعظیم وحرمت اب بھی باقی ہے [۴۲]۔ الخ

---

۳۹ تبیین الحقائق، فصل السلطان احق بصلوتہ، ج۱،ص۲۴۶، مطبعۃ کبریٰ امیریۃ مصر

۴۰ یہ بات روایات واحادیث مبارکہ کے مخالف ہے۔

۴۱ ردالمحتار بحوالہ الامداد، باب صلوۃ الجنائز، ج۱،ص۵۹۹، ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر

۴۲ ، آج کل کراچی میں اکثر پرانے قبرستانوں میں پرانی قبروں کو توڑ کر دوبارہ تدفین کی جارہی ہے ہماری عوام اہل سنت سے گزارش ہے کہ وہ اس سلسلے میں تھوڑی تکلیف برداشت کریں اور اپنے عزیز واقارب کو کراچی کے اطراف میں موجود قبرستانوں میں

اور مؤید ہے اس کی وہ جو علامہ نابلسی ؒ نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے:

معناه ان الارواح تعلم بترک اقامة الحرمة وبالا ستهانة فتاذی بذلک [۴۳]۔

یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہل قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا، لہذا ایذا پاتی ہیں

اور شیخ الہند [۴۴] نے شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روحِ وے ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر سے از جہت تضمن سے اہانت واستخفاف را بوے [۴۵]۔

اس سے مراد غالبًا یہ ہے کہ اس کی روح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس کی توہین ہے۔

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہل قبور کی اہانت ہوتی اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہوتی ہے۔ تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اولیٰ ان کی توہین ہوگی، اور ثالثًا یہ کہ ہم میاں معترض نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میت بالکل مٹی ہوگئی ہے اور اس کی ہڈی بھی باقی نہیں رہی ہے اس واسطے کہ قبر ابھی

دفن کرنے کا انتظام فرمائیں اور قبروں کی بے حرمتی سے بچنے کی کوشش فرمائیں اور پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے چھوٹے شہروں میں رہنے والے لازمًا پرانی قبر میں دفن کرنے سے احتراز فرمائیں۔

[۴۳] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، النصف الثامن، ج ۲، ص ۵۰۵، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[۴۴] یعنی شیخ عبد الحق محدث دہلوی

[۴۵] اشعۃ اللمعات، باب الدفن، فصل الثالث، ج ۱، ص ۶۹۹، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

تک کھودی نہیں کی گئی ہے اور نہ میت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے کہ اتنی مدت کے بعد میت کی ہڈی بھی مٹی ہو جاتی ہیں، بلکہ تجربے سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جگہ کھودی جائے تو اس میں قبور نکلیں جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی صحیح وسلامت تھیں، کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا کسی مبہم روایت کی بنا پر مرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر معترض پھر عود کرے اور کہے کہ بمبئی وغیرہ شہروں میں قبور کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کیے جاتے ہیں، تو اگر قبور کھودنے سے اموات کی توہین ہوتی ہے تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان شہروں میں جگہ بہت تنگ ہے، قبرستان میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میت کے لیے الگ الگ قبر ہو، لہذا اس ضرورت شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات (بوقت ضرورت منع کردہ چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں۔ت) قاعدہ متفقہ ہے۔ کبیری شرح منیہ میں ہے:

ولا یحفر قبر لدفن اخر ما لم یبل الاول فلم یبق له عظم الا عند الضرورة بان لم یوجد مکان سواه[46] الخ.

دوسرے مردہ کو دفن کرنے کے لیے قبر نہ کھود جائے جب تک پہلا مردہ بوسیدہ نہ ہو جائے یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں باقی نہ رہیں مگر بوقت ضرورت قبر کھودنا جائز ہے جبکہ اس کے بغیر کوئی دوسری جگہ میسر نہ ہو الخ (ت)

بالجملہ صورت مسئولہ میں قبور کو کھود کر ان پر مکانات بنانا ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں[47] اور بلاشبہ وشک ایسا کرنے سے اہل قبور کی توہین ہوگی جو جائز نہیں ہے۔

---

[46] غنیة المستملی شرح منیة المصلی فصل فی الجنائز، ص ۶۰۷

[47] اور جس طرح مکان بنانا جائز نہیں اسی طرح قبور پر سے سڑک بنانا بھی جائز

ھذا ما عندی والعلم الاتم عند ربی قاله بفمه و امر برقمه العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی القادری الھزاروی عفا الله تعالٰی عنه.

یہ میری تحقیق ہے اور علم کامل میرے رب کے پاس ہے، یہ فتوٰی بزبانِ خود کہا ہے اور اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے بندۂ فقیر محمد عمر دین سنّی حنفی قادری ہزاروی نے (عفا اللہ تعالٰی عنہ)۔ (ت)

جو کچھ مجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور صواب ہے، چنانچہ خزانۃ الروایۃ میں ہے:

فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل و اذا صار المیّت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقیة[48] انتھی.

مفاتیح المسائل سے مفید المستفید میں ہے جب قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میت کی تعظیم وحُرمت اب بھی باقی ہے انتہی (ت)

اور یہ بھی خزانۃ الروایۃ میں ہے:

لایجوز لاحدٍ ان یبنی فوق القبور بیتاً او مسجدا لان موضع القبر حق المقبور ولھذا لایجوز نبشه[49] انتھی مختصرا.

قبروں پر کسی کو گھر یا مسجد بنانا جائز نہیں کیونکہ قبر والی جگہ صاحب قبر کا حق ہے، اسی وجہ سے قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے اھ مختصراً۔

منقه الراجی الی رحمة ربه الشکور عبد الغفور صانه الله عن الأفات و الشرور.

اسے لکھا ہے اپنے ربِ شکور کی رحمت کے امیدوار عبد الغفور نے، اللہ تعالٰی اسے

نہیں۔ جیسا کہ نجدی حکومت نے جنت البقیع میں سڑک نکالی یہ بھی ناجائز اور سخت حرام کام ہے۔

[48] ردالمحتار بحوالہ الامداد، ج ۱ ص ۵۹۹، ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر

[49] خزانۃ الروایۃ

آفات اور برائیوں سے بچائے۔ (ت)

فدر المصیب حیث اجاب فاجاد واصاب فیما افادہ حررہ المسکین محمد بشیر الدین عفی عنہ۔

اللہ تعالٰی مجیب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے عمدہ جواب دیا اور صحیح افادہ فرمایا، اسے لکھا ہے مسکین محمد بشیر الدین عفی عنہ نے۔ (ت)

اس فتوے کو دیکھا، فتوٰی صحیح ہے، جواب درست ہے۔

حررہ محمد عبدالرشید دہلوی عفی عنہ

الجواب صحیح۔

(جواب صحیح ہے۔ت) محمد افضل المجید عفی عنہ

الجواب صحیح وصواب

(جواب صحیح اور درست ہے۔ت)

حررہ العبد المفتقر مطیع الرسول عبدالمقتدر القادری البدایونی عفی عنہ۔

(۱۳۱۷) الرسول قادری حنفی محمد عبدالمقتدر مطیع

ذلک کذلک

(یہ جواب بے محل ہے۔ت)

محمد فضل احمد البدایونی عفی عنہ

المجیب مصیب

(جواب درست ہے۔ت)

(۱۳۱۸) قادری محمد ابراہیم

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب

(جواب درست دیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ت)

محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسۃ الحمدیہ بلدہ بدایوں بخش حنفی محمد حافظ

صح الجواب
(جواب صحیح ہے۔ت)

حررہ عبدالرسول محب احمد عفی عنہ المدرس بالمدرسۃ الشمید الکائنہ بجامع بدایوں
محب احمد قادری عبدالرسول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی جعل الارض کفاتا ο و اکرم المومنین احیاء واموااتا ο وجعل موتهم راحۃ وسباتاً ο وحرّم اهانتهم تحریماً بتاباً ο والصلوۃ والسلام علی من سقانہ من فضلہ وفضلتہ ماء فراتا ο واعطانا فی کل محجۃ ابلج حجۃ نقضا واثباتا ο وابّد تعظیم المؤمنین ابدالابدین ولم یوقت لہ میقاتاً ο فجعلهم عظاماً وان صاروا عظاماً ο وحرّم ایذاء هم ولو کانوا رفاتاً ο وعلیٰ الہٖ وصحابہٖ و اهل وحزب ہ المکرمین عند اللہ جمیعاو اشتاتا، جزی اللہ المجیب خیرًا ویثیب.

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے زمین کو جمع کرنیوالی بنایا، زندہ اور مردہ مومنوں کو عزت بخشی اور ان کی موت کو سکون وآرام بنایا اور ان کی توہین کو قطعی طور حرام کیا، درود سلام ہو اس ذات پر جس نے اپنے احسان اور بقیہ سے ہمیں خوب میٹھا پانی پلایا، اور ہر میدان میں ہمیں نقص واثبات کے لیے بھاری حجہ عطا فرمائی او ہمیشہ کے لیے مومنوں کو عزت بخشی اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہ فرمایا اور مومنوں کو عظمت والا بنایا اگر چہ وہ ہڈیاں ہو جائیں، اور ان کو ایذا دینا حرام کیا اگر چہ وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں، اور آپ کے آل، اصحاب، اہل اور آپ کے گروہ پر جو عنداللہ مکرم ہیں، اجتماعی اور متفرق طور پر، اللہ مجیب کو جزائے خیر اور ثواب عطا فرمائے۔(ت)

جامع الفضائل، قامع الرذائل، حامی السنن، ماحی الفتن مولنا مولوی محمد عمرالدین

جعلہ اللہ کاسمہ عمر الدین وسعیہ درعیہ عمر الدین کا جواب ناجح مناجح صواب کافی ووافی ہے مگر بحکم المامور معذور بطر تکثیر افاضہ دواہانت مخطور، اور یہ کہ کیا گیا امور موجب ایذائے اصحاب قبور، یہاں اگر سلسلۂ سخن میں بعض امور مذکورہ جواب کا اعادہ ہو تو غیر محذور کہ تکرر فرع موجب مزید تاکید واوقع فی الصدور

والمسک، ماکرّرتہ یتضوء

وصل دوم میں احقاق مرام وازہاقِ اوہام وتبکیت مخطیان نجاریہ لیام، اوراس امر کا بیان کامل وتام کہ مقابر عام مسلمین میں کوئی وقتی مکان بنانا بھی حرام، نہ کہ اپنی سکونت وآرام کا مقام، نیز روایت علامہ زیلعی کی تحقیق انیق، اس وصل میں دو فتوے فقیر کی نقل پر قناعت ہے کہ ان میں بحمد اللہ تعالیٰ کفایت ہے، وباللہ التوفیق۔

وصلِ اول

علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزت مُردہ وزندہ برابر ہے۔ محقق علی الاطلاق D فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الاتفاق علی انّ حُرمة المسلم میتا کحرمته حیا ٥٠.

اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت وحرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے[٥١]۔ (ت)

نبی > فرماتے ہیں:

کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیا[٥٢]. رواہ الامام احمد وابو داؤد

---

٥٠ فتح القدیر، فصل فی الدفن، ج۲، ص۱۰۲، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

٥١ تو اس عزت وحرمت کا تقاضہ ہے کہ مردہ مسلمان کی بھی غیبت نہ کی جائے اس کے تمام حقوق کا لحاظ رکھا جائے بلا اجازت شرعی اس کا دل دکھانے والے کام نہ کیے جائیں اس کا نام بھی نہ بگاڑا جائے اس کا ذکر خیر سے ہی کیا جائے۔

٥٢ سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، ج۲، ص۱۰۲، آفتاب عالم پریس لاہور

وابن ماجۃباسناد حسن عن اُمّ المؤمنین عائشہ الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا.
مُردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا، اسے امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ نے بسند حسن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے: سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

المیّت یؤذیہ فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ ۵۳.

مُردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیت ہوتی۔ ۵۴

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

افادان حرمۃ المؤمنین بعدموتہ فاقیۃ ۵۵.

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حُرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ ۵۶ .رواہ ابی بکر بن ابی شیبہ،
مسلمان مُردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

علماء فرماتے ہیں:

---

۵۳ الفردوس بمأثور الخطاب، ح ۷۵۴، ج ۱، ص ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت

۵۴ معلوم ہوا کہ مردے کی محسوسات زندہ کی محسوسات کی طرح ہی ہوتی ہے۔ اب ہر شخص دیکھ لے کہ اسے کون کون سی باتوں سے اذیت ہوتی ہے یقیناً ایسے کاموں کی لمبی فہرست ہے لیکن سب سے زیادہ تکلیف انسان کو اپنی بے عزتی اور بے حرمتی پر ہوتی ہے لہٰذا مردے کو بھی بے حرمتی تکلیف پہنچاتی ہے۔

۵۵ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ح ۶۲۳۱، ج ۴، ص ۵۵۱، دار المعرفۃ بیروت

۵۶ شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ، فصل تأذیہ بسائر وجوہ الاذی، ص ۱۲۶، خلافت اکیڈمی سوات

المیت یتاذی بما یتاذی به الحی ۵۷۔ کذافی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

جس بات سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں، جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتب میں مذکور ہے۔(ت)

علامہ شیخ محقق بجعنا اشعۃ اللمعات میں امام علامہ ابویوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں:

ازیں جامستفاد میگردد کہ میّت متالم میگردد بجمیع انچہ متالم میگرددبدان حی ولازم انیست کہ متلذذ گردد تمام انچہ متلذذ میشود بدان زندہ انتہی[۵۸]۔

اس جگہ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو درد پہنچتا ہے ان تمام سے مردہ کو بھی الم پہنچتا ہے، اور یہ لازم ہی کہ جن چیزوں سے زندہ کو لذت حاصل ہو ان سب سدے میّت کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے انتہی۔(ت)

یہاں تک ہمارے علماء نے تصریح فرمائی، قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے[۵۹]،

فی الشامیه عن الطحطاویة آخر کتاب الطهارة نصوا علی ان المرور فی سکة حادثة فیها حرام[۶۰]۔

---

۵۷ رد المحتار، فصل الاستنجاء، ج۱، ص۲۲۹، ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر

۵۸ اشعۃ اللمعات، باب دفن المیت، فصل ثانی، ج۱، ص۶۹۶، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۵۹ لہٰذا قبرستان جاتے وقت تمام مسلمان اس بات کا خیال رکھیں اور کسی ایسے راستے پر نہ چلیں جو قبروں کے اوپر سے بنایا گیا ہو خصوصاً مدینہ شریف جانے والے جنت البقیع شریف میں قدم بھی نہ رکھیں صرف باہر ہی سے حاضری دیں یاد رہے کہ نجدی حکومت نے جنت البقیع میں سڑکیں نکال دی ہیں جن پر چلنا حرام ہے۔

۶۰ ردالمحتار، فصل الاستنجاء، ج۱، ص۲۲۹، ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر

آخر کتاب الطہارۃ شامی میں طحطاوی سے ہے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔

اور فرماتے ہیں:

''مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے[61]، ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کو جانوروں کے پاس لے جائیں، اور یہ ممنوع ہے کہ انھیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں''۔

فی جنائز ردالمحتار یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ[62] وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطباً یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیّت وتنزل بذکرہ الرحمۃ ونحوہ فی الخانیۃ انتھی۔[63] وفی العلمگیریۃ عن البحر الرائق لو کان فیھا حشیش

---

[61] معلوم ہوا کہ قبر پر سبزہ ڈالنے سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے اور اس کا دل بہلتا ہے اس قبر پر رحمت کا نزول ہوتا ہے لہٰذا وہابیوں دیوبندیوں کی نہ مانی جائے علمائے اہل سنت کی مانی جائے کیونکہ یہ ہر اس چیز کے دشمن ہیں جس سے مسلمان مردے کو فائدہ پہنچ سکے اس لیے قرآن خوانی، درود خوانی، یٰسین شریف، فاتحہ، تیجہ، چالیسواں، برسی ہر وہ چیز جو مردے کو فائدہ پہنچا سکے اس سے انہیں تکلیف ہوتی ہے یاد رہے کہ قبر پر سبزہ کے بارے مذکورہ الفاظ علامہ ابن عابدین شامی کے ہیں جو اعلیٰ حضرت سے 100 سو سال پرانے بزرگ ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ بریلی اور دیوبند کا جھگڑا نہیں بلکہ وہابیہ کا علمائے اہل سنت سے بلا دلیل الجھنے کا مسئلہ ہے۔

[62] ردالمحتار، باب صلوٰۃ الجنائز، ج ا، ص ۶۰۶، ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر

[63] ردالمحتار، باب صلوٰۃ الجنائز، ج ا، ص ۶۰۶، ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر

یحش ویرسل الی الدواب ولاترسل الدواب فیھا اھ.[64]

ردالمحتار کے جنائز میں ہے کہ تر گھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک گھاس کا نہیں، جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے، اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہی کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے، خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتہی، اور علمگیر یہ میں بحرالرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہوتو کاٹ کرلائی جاسکتی ہے مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں اھ۔

نبی ﷺ نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا، ارشاد فرمایا:

''ہائے کم بختی تیری اے طائفی جُوتے والے! پھینک اپنی جوتی۔''

اخرج الائمة ابوداؤد النسائی والطحاوی وغیرھم عن بشیر بن الخصاصیة واللفظ للامام الحنفی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای رجلاً یمشی بین القبور فی نعلین، فقال ویحک یا صاحب السبتیتین الق سبتیتیک اھ.[65] السِبتیة بکسر المھملة وسکون الموحدة ھی التی لاشعرفیھا. قال القاضی عیاض کان من عادة العرب لبس النعال بشعرھا غیرمدنوغة وکانت المدبغة تعمل بالطائف وغیرہ[66] الخ .

ابوداؤد، نسائی اور طحاوی وغیرہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: خرابی ہو تیری اے جوتیوں والے اپنی جوتیاں اتار دے۔[67]

---

[64] فتاوی ھندیہ، الباب الثانی عشرفی الرباطات، ج۲،ص۴۷۱، نورانی کتب خانہ پشاور

[65] شرح معانی الآثار، باب المشی بین القبور بالنعال، ج۱، ص۳۴۲، ایچ ایم سعید کمپنی

[66] تاریخ سبتة للقاضی عیاض

[67] معلوم ہوا کہ ہمیں بھی قبرستان میں قبروں کے درمیان چلتے ہوئے چپل اتار دینی چاہیے۔

سبت مہملہ کے کسرہ اور سکون باء سے مراد وہ چمڑا ہے جس میں بال نہ ہوں، قاضی عیاض نے فرمایا: عرب والے کچے چمڑے کے مع بالوں کے جوتے پہنا کرتے تھے اور پکائے ہوئے چمڑے کے جوتے طائف وغیرہ میں بنائے جاتے تھے الخ۔

فاضل محقق حسن شرنبلالی اوران کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں: ''چلنے میں جوآواز کفش پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کورنج دیتی ہے[68]۔''

حیث قال فی مراقی الفلاح اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمه الله تعالٰی بانهم یتاذون بخفقی النعال انتهٰی[69]اه. اقول وجهه ماسیأتی عن العارف الترمذی رحمه الله تعالٰی.

اس لیے کہ مراقی الفلاح میں کہا کہ مجھے خبر دی میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہ مُردے جوتیوں کی پہچل سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اھ۔ میں کہتا ہوں اس کی دلیل عنقریب عارف ترمذی سے منقول ہوکر آئے گی۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

لان یجلس احدکم علٰی جمرة فتحرق ثیابه حتی تخلص الٰی جلده خیرله منه ان یجلس علٰی قبر[70]. رواه مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجة عن سیدنا ابی ھریرة رضی الله تعالٰی عنه.

بیشک آدمی کوآگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے، اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے[71]۔ اسے مسلم وابوداوٗد ونسائی

---

68 یعنی چپل، جوتے کی آواز بھی تکلیف دیتی ہے ہم ایک دفعہ پھر اس بات کی طرف توجہ دلادیں کہ یہ باتیں کئی سوسال پہلے کے بزرگوں نے کی ہیں۔

69 مراقی الفلاح علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی، فصل فی زیارۃ القبور، ص۳۴۲، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

70 سنن ابی داوٗد، کتاب الجنائز، ج۲، ص۱۰۴، آفتاب عالم پریس لاہور

71 معلوم ہوا کہ قبر پر بیٹھنا منع ہے۔

روایت کیا۔

وابن ماجہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے نبی ﷺ نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا: ''او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اتر آ، صاحب قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ مجھے ایذا دے۔''

اخرج الطحطاوی فی معانی الاثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندة عن عمارة بن حزم رضی الله تعالٰی علیه وسلم جالساً علٰی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولایؤذیک[2] ولفظ الامام الحنفی فلایؤذیک[3]۔

طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن اور حاکم اور ابنِ مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر پر بیٹھنے والے قبر پر سے اتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یؤذیك (پس وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ ت)

اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا: عمرو بن حزم کو نبی ﷺ نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لاتؤذِ صاحب القبر[4] کما فی المشکوة قلت وهذا الحدیث لایلائمه تاویل الامام ابی جعفر والنهی عن شئ لاینا فی النهی عن اعم منه فافهم

صاحب قبر کو ایذا نہ دے، جیسے مشکوۃ میں ہے، میں کہتا ہوں اس حدیث سے امام

---

[2] شرح الصدور بحواله الطبرانی والحاکم وابن مندة، باب تأذیه بسائر وجوه الاذی، ص ۱۲۶، خلافت اکیڈمی سوات

[3] شرح معانی الآثار، باب الجلوس علی القبور، ج ۱، ص ۳۴۶، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

[4] مشکوة المصابیح، باب دفن المیت، فصل ثالث، ج ۱، ص ۱۴۹، مطبع مجتبائی دہلی

ابو جعفر کی تاویل مناسب نہیں رکھتی ہے اور کسی چیز سے روکنا اس چیز سے عام کے روکنے کو مستلزم نہیں، تو غور کیجئے۔

شیخ محقق [5] اشرح [6] میں فرماتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح سے ناخوش می دارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر سے جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے [7] اھ۔

شاید مراد یہ ہے کہ اس کی روح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگانے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے۔اھ

۵ے شیخ محقق سے مراد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مراد ہیں۔

۶ے اشعة اللمعات، باب دفن المیت، ج۱،ص۶۹۹، نوریہ رضویہ سکھر

۷ے روح کی ناراضگی کا ایک عجیب واقعہ جسے ابن قیم الجوزیہ نے ''کتاب الروح'' میں نقل کیا۔

شهادت کے بعد حضرت ثابت 4 کی وصیت

حضرت عطاء خراسانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ثابت بن قیس کی صاحبزادی نے بیان کیا کہ جب آیت:

يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوالا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

(الحجرات۲)

نازل ہوئی تو میرے والد گھر میں بیٹھ گئے اور دروازہ بند کرلیا۔ حضور ﷺ نے انہیں نہ پایا تو خبر لینے کے لیے آدمی بھیجا تو والد صاحب نے بتلایا کہ میں اونچی آواز والا آدمی ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کے سامنے اونچا بولوں اور میرے عمل بے کار ہو جائیں اس لیے میں گھر میں بیٹھ گیا ہوں۔ حضور ﷺ کو یہ جواب پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

لَست منهم بل تعيش بخير وتموت بخير

''تم لوگوں میں نہیں ہو بلکہ تم زندگی بھلائی سے گزارو گے اور تمہیں موت بھی بھلائی سے آئے گی''

اقول اس توجیہ پر امام علامہ عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ نے جزم فرمایا، تصریح فرماتے ہیں کہ:

''ارواح کو ان کی بے حرمتی و تنقیصِ شان معلوم ہو جاتی ہے لہذا ایذا پاتی ہیں۔''

قال سیدی عبد الغنی فی الحدیقة عن نوادر الاصول معناهی ان

پھر جب آیت:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

(لقمان: ۱۸)

نازل ہوئی تو پھر گھر میں بیٹھ کر روتے ہی رہتے تھے جب حضور ﷺ نے نہ پایا تو آدمی بھیجا۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں جمال کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی سرداری کو پسند کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

لست منهم بل تعیش حمیداً و تقتل شهیداً و تدخل الجنة

(طبرانی)

''تم ان لوگوں میں نہیں ہو بلکہ تم اچھے طریقہ سے زندگی گزارو گے اور شہادت کی موت پاؤ گے اور جنت میں داخل ہو گے۔''

آپ 4 کی صاحبزادی کہتی ہیں جب جنت یمامہ کا موقعہ آیا تو میرے والد بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلیمہ کذاب سے لڑنے کے لیے نکلے جب جنگ شروع ہوئی تو ثابت اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اس طرح نہ لڑتے تھے۔ پھر ان دونوں میں سے ہر ایک نے ایک گڑھا کھودا اور اس میں جم کر لڑائی کی حتیٰ کہ دونوں شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت حضرت ثابت رضی اللہ عنہ پر ایک قیمتی ذرہ تھی۔ ایک مسلمان گزرا تو اس نے وہ ذرہ اتار لی۔ ایک ساتھی کی نیند میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں اسے یونہی خواب و خیال سمجھ کر بھلا نہ دینا وہ یہ کہ جب میں قتل کیا گیا تو میرے پاس سے ایک مسلمان گزرا اور اس نے میری ذرہ لے لی۔ اس کی رہائش سب سے آخر میں ہے اس کے خیمہ کے پاس لمبی رسی سے گھوڑا بندھا ہوا ہے اس نے ذرہ کے

الارواح تعلم بالترک اقامة الحرمة وبالاستهانه فتتأذی بذلک ۷۸ اھ.

سیدی عبدالغنی نے حدیقہ میں نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت وذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے اھ

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

لان ام شی علی جمرة اوسیفٍ اواخصف نعلی برجلیه احب الی من ان امشی علٰی قبرٍ[۷۹]. رواہ ابن ماجة عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنه واسنادہ جیّد کما فاد المنذری.

البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں[۸۰]۔ اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اس کی سند عمدہ ہے

اوپر ہنڈیا رکھی ہے اور اس کے اوپر کجاوہ ہے۔ تم حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر کہو کہ وہ کسی آدمی کو بھیج کر میر ذرہ منگوالیں اور جب مدینہ منورہ جاؤ تو امیرالمؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنا مجھ پر اتنا قرض ہے اور میرے غلاموں سے فلاں فلاں آزاد ہے وہ آدمی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں خبر دی تو انہوں نے آدمی بھیج کر ذرہ منگوالی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی جب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وصیت ذکر کی گئی تو آپ نے بھی اس وصیت کو جاری کیا۔

اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی خصوصی وصیت ہے کہ موت کے بعد کی ہوئی ان کی وصیت کو جاری کیا گیا۔

۷۸ حدیقہ ندیہ، الصنف الثامن من الاصناف القسمۃ فی آفات الرجل، ج۲، ص ۵۰۵، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۷۹ سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی النهی عن المشی علی القبور، ص ۱۱۳، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۸۰ معلوم ہوا کہ قبر پر چلنا انگارے پر چلنے اور تلوار پر چلنے سے زیادہ مشکل اور سخت

جیسا کہ منذری نے افادہ کیا۔(ت)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لان اطاء علی جمرة احب الی من ان اطاء علی قبر مسلم، رواه الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن[81] قاله امام عبدالعظیم.

بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے[82]، اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن روایت کیا۔ جیسا کہ امام عبدالعظیم نے کہا ہے۔(ت)

ان ہی صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما کره اذی المؤمن فی حیاته فانی اکره اذاه بعد موته[83]. اخرجه سعید بن منصور فی سننه کما فی شرح الصدور.

میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند کرتا ہوں۔ اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا جیسا کہ شرح الصدور میں ہے۔

اقول وهذه الاحادیث تؤیدما اخترنا وتؤذون ان تاویل ابی جعفر رحمه الله تعالی لیس فی محله فبما فی عامة الکتب نأخذی لاعتقادها بنصوص الاحادیث، ولانه علیه الاکثر وقد نصوا ان العمل بما علیه الاکثر، وانه لا یعدل عن روایة ماوفقتها درایة فکیف اذاکان هوا الاشهر الاظهر الاکثر الازهر وبهذا یصنعف مازعم العلامة البدرفی المعدة فتبصر.

کام ہے اس لیے ضروری ہوا کہ قبر پر پاؤں رکھنے، چلنے سے پرہیز کیا۔ اس طرح قبرستان میں چپل پہن کر جانے سے بھی پرہیز کیا جائے۔

81 الترغیب والترہیب، ج۴، ص۳۷۲

82 نبی کریم رؤف رحیم ﷺ تو مسلمانوں کی قبروں پر پاؤں نہ رکھنے کی تعلیم دیں اور دیوبندی وہابی مدارس بم رکھنے کی تعلیم دیں اب مسلمان فیصلہ کرلیں کہ کس کی ماننی ہے۔

83 شرح الصدور، باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی، ص۱۲۶، خلافت اکیڈمی سوات

میں کہتا ہوں ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو بات ہم نے اختیار کی ہے وہ درست ہے، اور ابو جعفر [redacted] وسلم کی تاویل برمحل نہیں، لہذا ہم وہ مسلک اختیار کرتے ہیں جو عام کتب میں ہے، کیونکہ اسے احادیث کی صراحت سے تقویت حاصل ہے، اور اس لیے بھی کہ اکثر کا یہی قول ہے کیونکہ علماء نے صراحت کردی ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہوگی اور یہ کہ اس روایت سے عدول نہیں کیا جاتا یہ جو درایت کے مطابق ہو، تو پھر اس سے دود کا جواز کیا ہوگا جو اشہر، اظہر، اکثر اور واضح ہے، اور اسی سے علامہ بدر کا زعم عمدہ میں ضعیف قرار پاتا ہے۔ تو غور کیجئے۔

ان ہی احادیث سے ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بے ضرورت قبر پر چلنے[۸۴] اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمتِ مومن کے خلاف ترکِ ادب گستاخی ہے،

---

۸۴ قولہ بے ضرورت، ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میت کے لیے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کے لیے اجازت ہے، پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے اور ننگے پاؤں ہوں، ان اموات کے لیے دعا و استغفار کرتے جائیں۔

فی حاشیة العلامة الطحطاوی علی مراقی الفلاح من شرح المشکوٰة الوط الحاجة کدفن المیت لا یکره وعن السراج فان لم یکن له طریق الا علی القبر جازله الشی علیه للضروریة

''علامہ طحطاوی کے حاشیہ علی مراقی الفلاح میں شرح مشکوٰۃ سے ہے کہ ضرورت کے پیش نظر میت کو دفن کرنے جانا ہو تو قبروں پر سے گزرنا مکروہ نہیں۔ اور سراج سے ہے کہ اگر قبر پر ہی گزرنے کا راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے۔ ۱۲ منہ''

۱ حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارة القبور ص ۳۴۰

فی النوادر والتحفة والبدائع والمحیط وغیرھا ان اباحنیفة کرہ وطء القبر ولقعود او النوم اوقضاء الحاجة علیه ۸۵ کذا نقل العلامة ابن امیر الحاج فی الحلیة.

تو نوادر، تحفہ، بدائع اور محیط وغیرہ میں ہے کہ ابوحنیفہ نے قبر کا روندنا[۸۶]، بیٹھنا، سونا، اس پر قضائے حاجت کرنا مکروہ کہا ہے، اسی طرح ابن امیر الحاج نے حلیہ میں نقل کیا۔

اقول والکراھة عند الاطلاق کراھة تحریم کما صرحوا به مع مایفیده من النھی الواردفی الاحادیث معللاً بالایذاء والایذاء حرام فھذا ماندین الله تعالٰی بھی وان قیل وقیل.

میں کہتا ہوں جب کراہت مطلق ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے، پھر اس نہی سے بھی تائید ہوتی ہے جو احادیث میں ایذاء کی علت سے متعلق وارد ہے اور ایذا حرام ہے پس دیانتداری کی بات یہی ہے، اب خواہ کوئی کچھ کہتا رہے۔

حاشیہ طحطاوی علی شرح نورالایضاح میں سراج وہاج سے ہے:

ان لم یکن له طریق الا علی القبر جازله دلیل علیه للضرورة ۸۷ اھ

---

۸۵ بدائع الصنائع، فصل فی سنة الدفن، ج۱، ص۳۲۰، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
تحفة الفقہاء، باب الدفن وحکم الشوراء، ج۲، ص۳۵۷، دارالکتب علمیہ بیروت

۸۶ یہاں وہ دیوبندی جو اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں جواب دیں کہ یہ کیسے حنفی ہیں جو سعودی وہابیوں کی تائید میں جنت البقیع شریف کو روندنے کے عمل کو جائز کہتے ہیں۔ آج تک کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ان دہشت گرد لٹیرے نجدی وہابی سعودی ٹولے کے علاوہ یہ کام کسی نے بھی نہ کیا، وہابی ٹولہ بخاری شریف کی جو حدیث اس عمل کی دلیل میں پیش کرتا ہے وہ یہودیوں کی قبریں تھیں پورا وہابی دیوبندی ٹولہ مل کر بھی کسی ایک مسلمان کی قبر کو برابر کرنے پر کوئی حدیث پیش نہیں کر سکتے۔ یہ صرف دہشت گردی کر سکتے ہیں کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

۸۷ حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی زیارة

اقول وھذا ایضا دلیل علی مااخترنا من کراھة التحریم فان المفھوم المخالاف معتبر فی الروایات وکلام العلماء بالاتفاق فافادان المشی لایجوز بلاضرورة ومالایجوز فادناہ کراھة التحریم.

اگر قبر پر ہی سے راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے۔ اھ اقول (میں کہتا ہوں) اس سے بھی ثابت کہ ہمارا قول کراہت تحریمی کا درست ہے، کیونکہ مفہوم مخالف روایات اور کلام علماء میں بالاتفاق معتبر ہے، تو معلوم ہوا کہ بلاضرورت قبر پر چلنا ناجائز ہے اور جو ناجائز ہو اس کا ادنیٰ درجہ مکروہ تحریمی ہے۔

سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمه الله تعالٰی فی شرح علی الدرر ویکرہ ان یوطأ القبر لماروی عن ابن مسعود[۸۸] الخ وذکر اثر الذی رویناہ.

والد صاحب نے درر کی شرح میں فرمایا کہ قبر کا روندنا مکروہ ہے جیسا کہ ابن مسعود 4 سے مروی ہے الخ، پھر آپ نے وہی اثر ذکر کیا جو ہم روایت کر چکے ہیں۔

اور محیط سے نقل فرمایا:

یکرہ ان یطاء علی القبریعنی بالرجل ویقعد علیه[۸۹] اھ قوله یعنی بالرجل قلت فسّر بذلک لئلاّ یحمل علی الجماع.

قبر کو پیروں سے روندنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے اھ قلت پیروں سے روندنے کی تشریح اس لیے کردی کہ جماع پر محمول نہ کیا جائے۔

اقول ویکرہ ایضاً بل اشد لما فیه من زیارة الاستخفاف کا لوطأ علی

القبور، ص ۳۴۰، نور محمد کتب خانہ کراچی

۸۸ حدیقه ندیه، الصنف الثامن من الاصناف التسعة فی آفات الرجل، ج ۲، ص ۵۰۴، نوریہ رضویہ فیصل آباد

۸۹ حدیقه ندیه، الصنف الثامن من الاصناف التسعة فی آفات الرجل، ج ۲، ص ۵۰۴، نوریہ رضویہ فیصل آباد

سطح المسجد مع الدلالة علٰی تناھی القلب فی تناسی الموت، فکان الحمل علی الوطأ بالرجل لیکون ادخل فی النھی عن الوطأ بمعنی الجماع بطریق دلالة ینبغی ان یفھم، اور جامع الفتاوٰی سے لائے: انہ والتراب الذی علیہ حق المیّت فلا یجوز ان یوطأ[90]۔ اور مجتبٰی سے لائے: ان لمشی علی القبور یکرہ[91]۔ اور شرعۃ الاسلام وشرح شرعہ سے: من السنہ ان لایطأ القبور فی نعلیہ فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یکرہ ذلک[92] الخ. اور امام شمس الائمہ حلوانی سے: وانہ قال یکرہ[93]. اور امام علی ترجمانی نے: قال یاثم بوطئ القبور لان سقف القبر حق المیّت[94] اھ. اقول وھذا نص علی ماخترنا من کراھة التحریم اذالاثم فی المکروہ تنزیھا. لان مرجعہ الٰی خلاف الاولٰی، ولا نہ ربما تغمدہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیاناً للجواز والنبی صلی معصودم عن تعمدف الاثم ولان الموثم لایجوز فلا معنی لبیان الجواز ولانھم صرحوانہ یجامع الاباحة کما فی اشربة اردالمحتار، ابی السعود، والمعصیة لاتجامعھا والتھم یعبرون عنھا بنفی الباس وای باسٍ اعظم من الاثم والان الموثم واجب الترک وماوجب ترکہ کان فعلہ مقار بالحرام وھذا معنی کراھة التحریم والانھم نصوا ان فاعل المکروہ تنزیھا لا یعاقب اصلا کما فی التلویح مع مااعتقدنا

90 حدیقہ ندیہ، الصنف الثامن من الاصناف التسعة فی آفات الرجل، ج۲،ص۵۰۴،نوریہ رضویہ فیصل آباد

91 حدیقہ ندیہ، الصنف الثامن من الاصناف التسعة فی آفات الرجل، ج۲،ص۵۰۴،نوریہ رضویہ فیصل آباد

92 حدیقہ ندیہ، الصنف الثامن من الاصناف التسعة فی آفات الرجل، ج۲،ص۵۰۵،نوریہ رضویہ فیصل آباد

93 حدیقہ ندیہ، الصنف الثامن من الاصناف التسعة فی آفات الرجل، ج۲،ص۵۰۵،نوریہ رضویہ فیصل آباد

94 حدیقہ ندیہ، الصنف الثامن من الاصناف التسعة فی آفات الرجل، ج۲،ص۵۰۵،نوریہ رضویہ فیصل آباد

ان اللہ تعالیٰ ان یعاقب علیٰ کل جریرۃ ولو صغیرۃ فھذہ بحمد اللہ تعالیٰ سبعۃ دلائل ناطقۃ بان ماوقع عن بعض[95] ابناء الزمان فی رسالۃ شرب الدخان من ان لمکروہ تنزیھا من الصغائر غلط فاحش وخطاء عظیم نعم قد صرح صاحب البحر فی بحرہ ان المکروہ تحریما منھا فتثبت ولا تخبط.

اقول (میں کہتا ہوں) جماع بھی مکروہ ہے بلکہ اس کی کراہت زائد ہے کیونکہ اس میں زیادہ توہین ہے، جیسے مسجد کی چھت پر وطی کرنا، پھر اس میں موت کا بھول جانا بھی شامل ہے۔لہذا پیروں سے روندنے پر محمول کرنا اس لیے ہے تاکہ جماع کی ممانعت پر بطریق دلالت النص دلالت کرے، ی مطلب نہیں کہ وطی مکروہ نہیں، اسی طرح سمجھنا چاہئے، اور جامع الفتاوی سے نقل کیا کہ یہ وہ مٹی ہے جس پر میت کا حق ہے لہذا اس کو روندنا جائز نہیں، اور مجتبیٰ میں ہے: قبروں پر چلنا مکروہ ہے۔شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح میں ہے: سنت یہ ہے کہ جوتوں سمیت قبریں نہ روندی جائیں کیونکہ نبی ﷺ اسے مکروہ سمجھتے تھے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ مکروہ ہے اور امام علی ترجمانی سے ہے کہ قبروں کے روندنے سے گناہگار ہوگا کیونکی قبر کی چھت میت کا حق ہے۔اقول (میں کہتا ہوں) یہ بھی ہمارے اختیار کردہ قول کراہت تحریمہ صراحت کرتا ہے، کیونکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ وہ صرف خلافِ اولیٰ ہے نیز حضور ﷺ نے بیانِ جوازِ کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے، اور گناہ میں مبتلا کرنے ولی چیز کا ارتکاب جائز نہیں ہوتا تو بیانِ جواز کے کیا معنیٰ؟ پھر یہ اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا جیسا کہ اشربہ ردالمحتار میں ابی السعود سے اور معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی ہے۔پھر اس کی تعبیر نفی باس سے کرتے ہیں اور گناہ سے بڑھ کر کون باس عظیم ہوگا، اور اسی لیے گناہگار بنانے والی چیز واجب الترک ہے اور جس چیز کا ارتکاب واجب ہو اس کا فعل

---

95 ھو المولوی عبدالحی اللکھنوی ۱۲۔ وہ مولی عبدالحی لکھنوی ہے ۱۲ (بیروت)

حرام کے قریب ہوگا اور یہی معنی کراہت تحریم کے ہیں، اور اسی لیے بحر کہ فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ مکروہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل گناہ نہ ہوگا جیسا کہ تلویح میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ چھوٹے سے چھوٹے جرم پر سزا دے سکتا ہے بحمہ اللہ تعالی یہ ساتھ دلائل ہیں جن سے معلوم ہوا کہ بعض بناء زمانہ نے رسالہ شرب الدخان میں مکروہ تنزیہی کو صغائر سے بتا کر فاحش غلطی اور خطاء عظیم کی ہے۔ البتہ صاحب بحر نے اپنی بحر میں تصریح کی ہے کہ مکروہ تحریمی صغائر سے ہے۔ پس اسے سمجھ اور دیوانہ نہ بن۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

فصل فی زیارة القبور ندب زیارتها من غیر ان یطأ القبور[96]۔

''فصل زیارت قبور کے بیان میں'' زیارت قبور مستحب ہے مگر قبریں نہ روندی جائیں۔

اسی میں ہے:

کره وطؤها بالاقدام لما فیه من عدم الاحترام، وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرة وهو یظن انه طریق احدثوه لایمشی فی ذلک وان لم یقع فی ضمیره لاباس بان یمشی فیه[97] اه ملخصا۔

قبروں کو پیروں سے روندنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں بےحرمتی ہے۔ قاضی خاں نے کہا کہ اگر کسی شخص نے قبرستان میں کوئی راستہ دیکھا جس کے بارے میں اسے گمان ہے کہ یہ لوگوں نے نیا بنالیا ہے تو وہ اس پر نہ چلے اور اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا نہ ہو تو چلنے میں مضائقہ نہیں اھ ملخصا۔

---

96 مراقی الفلاح علی حامش الطحطاوی، فصل فی زیارة القبور، ص ۳۴۰، نور محمد کتب خانہ تجارت کتب کراچی

97 مراقی الفلاح علی حامش حاشیة الطحطاوی، فصل فی زیارة القبور، ص ۳۳۲، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اقول وهذا ایضادلیل مااخترناه فانه علق نفی الباس ان لایقع فی قلبه انه طریق علی قبر فافادو الباس فیما اذا وقع ذلک فی نفسه وایضاقد تقدم التصریح بالحرمة عن الشامی والطحطاوی عن علمائنا رحمهم الله تعالی۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بھی ہمارے قول کی دلیل ہے کیونکہ اس میں جواز کی صورت دل میں اس خیال کا نہ آنا ہے کہ یہ راستہ قبروں پر بنایا گیا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہو تو پھر مضائقہ ہوگا۔ نیز شامی اور طحطاوی جو ہمارے علماء ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ ان سے منقول شدہ حرمت کی تصریح پہلے گزر چکی ہے۔

علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیہ درروغرر میں فرماتے ہیں:

لاباس بزیارة القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین[98] من وطئ القبور. کما فی البدائع والملتقط[99] اھ۔

قبروں کی زیارت اور مردوں کے حق میں دعا کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ قبریں نہ روندی جائیں، جیسا کہ بدائع اور ملتقط میں ہے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

من آفات الرجل المشی علی المقابر[100] اھ۔

پَیر کی آفتوں میں سے قبروں کا روندنا ہے۔ اھ

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزاء

---

[98] علی صیغة المفعول ای اٰمنین ۱۲۔ مؤمنین صیغۂ مفعول ہے یعنی جب وہ محفوظ رہیں۔ ۱۲

[99] الحدیقة الندیه بحوالۂ شرح الدرر، الصنف الثامن فی آفات الرجل، ج ۲، ص ۵۰۵، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[100] طریقہ محمدیہ، الصنف الثامن فی آفات الرجل، ج ۲، ۲۵۹، مطبع ہندو پریس دہلی

واقرباء کے گرد مخلوق دفن ہے،
وہ ان قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی گور تک جاتے ہیں، انھیں چاہیے
کنارِ گورستان سے زیارت اور دعا کرلیں اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں[101]۔

فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر و طؤہ فما یصنعہ الناس ممن وفنت اقاربہ ثم دفن حوالیھم خلق من وطائلک القبور الی ان یصل الی قبر قریبہ مکروہ[102]۔

چنانچہ فتح میں کہا: قبر پر بیٹھنا اور اس کو روندنا مکروہ ہے، تو وہ لوگ جن کے رشتہ داروں کے گرد دوسروں کی قبریں ہوں ان کا ان قبروں کو روندنا اپنے قریبی رشتہ دار کی قبر تک پہنچنے کے لیے مکروہ ہے۔

امام محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہے:

اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطھرت وصلیت رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علی قبر فنمت. ثم انتبھت فاذا بصاحب القبر یشتکی ویقول القد اذیتنی منذ اللیلۃ[103] الخ.

یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اترا۔ وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا، جب جاگا تو ناگاہ سنا کہ صاحب قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی الخ۔

---

[101] معلوم ہوا کہ اگر اپنے عزیز کی قبر پر جانے کے لیے قبور کو روندنا پڑے تو پھر چاہیے کہ قبرستان کے کنارے ہی سے دعا کرلیں اپنے عزیز کی قبر پر جانے کے قبور کو نہ روندیں۔

[102] فتح القدیر، فصل فی الدفن، ج ۲، ص ۱۰۲، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[103] شرح الصدور، بحوالہ ابن ابی الدنیا، باب ما ینفع المیت فی قبرہ، ص ۱۲۸، خلافت اکیڈمی منگورہ سوات

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عثمان نہدی سے وہ مینا تابعی سے راوی: "میں مقبرے میں گیا، دو رکعات پڑھ کر لیٹ رہا۔ خدا کی قسم! میں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا، صاحب قبر کہتا ہے: قم فقد اذیتنی[104] (اُٹھ کہ تو نے مجھے ایذا دی)"۔

امام حافظ ابن مندہ قاسم بن مخیرہ سے راوی: "کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا، قبر سے آواز آئی: الیك عنیّ ولا تؤذنی[105] (اپنی طرف ہٹ (دور ہوا ے شخص میرے پاس سے) اور مجھے ایذا نہ دے)"۔

ذکرھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور اقول وفیھما تائید لما علیہ عامۃ علمائنا خلافاً للامام ابی جعفر ومن تابعہ من بعض المتاخرین.

ان دونوں کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں درج فرمایا اقول ان دونوں روایتوں میں اس کو تائید ہوتی ہے جس پر ہمارے عام علماء ہیں، بخلاف امام ابوجعفر اور ان کے تابع بعض متاخرین کے۔

اور اس فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے حضرت سیدی ابوالحسن نوری مدظلہ العالی سے سنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنجِ شہیداں ہے، کوئی شخص اپنے بھینس لیے جاتا تھا، ایک جگہ زمین نرم تھی، ناگاہ بھینس کا پاؤں جارہا، معلوم ہوا یہاں قبر ہے، قبر سے آواز آئی: "اے شخص! تو نے مجھے تکلیف دی، تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔" فیھا قصۃ لطیفۃ تدلّ علٰی عظیم قدرۃ اللہ تعالٰی وعجیب صنعہ فی الشھداء (اس میں لطیف قصہ ہے جو شہداء کے بارے میں اللہ تعالٰی کی قدرت عظیمہ اور عجیب صنائع پر دلالت کرتا ہے۔ت)

---

[104] دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی الرجل، ج ۷، ص ۴۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت

[105] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم بن مخیرہ، باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی، ص ۱۲۶، خلافت اکیڈمی سوات

اب بحمد اللہ تعالیٰ حکم مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا، جب حضور اقدس ﷺ نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا، اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں، سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظِ ادب پاس بھی نہ جائیں، دور ہی سے زیارت کرائیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگر جانور کو کھلانا جائز فرمایا مگر یوں کہ یہاں سے کاٹ کرلے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں، اور تصریح فرمائی کہ مسلمان زندہ و مردہ کی عزت برابر ہے، اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انھیں تکلیف دینا حرام، تو خود ظاہر ہوا کہ یہ فعل مذکور فی السوال کس قدر بے ادبی و گستاخی و باعث گناہ اور استحقاق عذاب ہے[۱۰۶]۔ جب مکا سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا، بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ، پیشاب، جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا والعیاذ باللہ رب العلمین۔

علماء فرماتے ہیں: جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے کما صریح به العلامة المناوی رحمه الله تعالیٰ فی التیسیر شرح الجامع الصغیر (جیسا کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تیسیر شرح جامع صغیر میں تصریح کی۔ت)

اور ظاہر ہے کہ مقابر مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں، تو بالضرورت ان میں بندگان مقبول بھی ضرور ہوں گے، بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ امید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں

---

۱۰۶ سوال میں یہ ہی ذکر آیا کہ قبرستان میں پرانی قبروں کو کھود کر ان پر مکان بنانا کیسا؟

آلودہ گناہ تھے بعد موت پاک وطیب ہو گئے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: الموت کفارة لکلِ مسلم[107] موت کفارۂ گناہ ہے ہر سُنّی[108] مسلمان کے لیے۔

اخرجه ابو نعیم والبیهقی فی شعب الایمان عن انس رضی الله تعالیٰ عنه وقال السیوطی صححه ابن العربی.

اسے ابونعیم اور بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ابن عربی نے اس کی تصحیح کی۔

---

[107] شعب الایمان، حدیث ۹۸۸۶، ج ۷، ص ۱۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت

[108] فائدہ جلیلہ: محاورہ قرآن وحدیث میں مومن و مسلم خاص اہل سنت کو کہتے ہیں۔ زمانۂ نزولِ قرآن عظیم وارشاد حدیث کریمہ میں صرف اہلِ حق اہلِ سنت و جماعت ہی تھے۔ اس زمان برکت نشان میں کسی بدمذہب ومبتدع کا ہونا محال تھا کہ بدمذہبی شبہ و تاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضورِ اقدس ﷺ دنیا میں جلوہ فرما تھے۔ اگر شبہ گزرتا حضور کشف فرماتے۔ شبہ والا مانتا تو سنی ہوتا۔ نہ مانتا و کافر ہو جاتا۔ یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی، ولہٰذا آیہ کریمہ "ویتبع غیر سبیل المؤمنین" سے جب علماء نے حجیتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرمادی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد امتِ اجابت ہیں۔ مبتدعین امتِ اجابت نہیں امتِ دعوت ہیں۔ دیکھو توضیح وتلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ "انما المؤمنون اخوة" وغیرہا آیات واحادیث میں مومنین سے اہل سنت ہی مراد ہیں۔ انہیں کے باہم اتفاق و اتحاد کا حکم ہے۔ ندوۃ خذلہا اللہ تعالیٰ کی تعمیم اور تمام گمراہوں، بد مذہبوں سے اتحاد ووداد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم وتعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بددینی اور ضلالت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲۔

[109] جس کی برائی سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو تو دوسروں کو اس کی برائی سے بچانے کے لیے بقدرِ ضرورت صرف اس برائی کا تذکرہ مثلاً جو تاجر دھوکے سے ملاوٹ والا مال بیچتا ہو اس سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے اس کے اس ملاوٹ والے

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ فاجر معلن کے فسق وفجور کا اس کی اندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں[۱۱۰]۔

اخرج ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنی، والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی لاکبیر والبیھقی فی السنن والخطیب فی التاریخ، کلھم عن الجارو عن بھزبن حکیم عن ابیه عن جده عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذوره الناس[۱۱۱]۔

ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ترمذی نے نوادر میں اور حاکم نے کنی میں او رشیرازی نے القاب میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں اور خطیب نے تاریخ میں سب نے جارود سے، جاورد نے بہزبن حکیم سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور ان کے دادا نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ کیا تم فاجر کاذکر کرنے سے ڈرتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر کی بُرائیاں بیان کروتاکہ لوگ اس سے بچیں۔

اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو اس کے برا کہنے اور اس کی برائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا کہ وہ اپنے کیے کو پہنچ گیا[۱۱۱]۔

اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنھا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال لاتسبوا

مال کی نشاندہی کرنا غیبت نہیں۔ اسی طرح کاروباری مشورے میں دوسرے کے عیب بتانا بھی غیبت نہیں۔

۱۱۰ نوادرالاصول، اصل ۶۶ فی ذکرالفاجر، ص ۲۱۳، دارصادر بیروت

تاریخ بغداد، ترجمہ ۳۷۴۵، و ۳۷۵۱، ج ۷، ص ۲۶۲ و ۲۶۸، و ج ۱، ص ۳۸۲

۱۱۱ کیسا ہی بڑا فاسق وفاجر ہو یعنی مسلمانوں میں سے بڑے سے بڑا گناہ گار۔

الاموات فانهم قدا فضوا الی ماقدموا[112]. واخرج ابو داؤد والترمذی والحاکم والبیهقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذکر محاسن موتاکم وکفوا عن مساویهم[113] واخرج النسائی بسند جید عن عائشه رضی اللہ تعالٰی عنها عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاتذکرہ اهلکاکم لا بخیر[114].

امام احمد، بخاری اورنسائی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے، فرمایا: "تم مردوں کو برا نہ کہو[115] کیونکہ انھوں نے جو کچھ لکھا تھا وہ اس کی جزا کو پہنچے"۔ اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم، بیہقی نے ابن عمر سے انھوں نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ "تم اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے درگزر کرو"۔ اور نسائی نے بسند جید عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اور انھوں نے نبی ﷺ سے کہ "تم اپنے مردوں کو بھلائی سے ہی یاد کرو۔"

بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی، اور اشد واعظم مصیت اس کی جو اولیاء کی جناب رفیع میں گستاخی ہو، نبی ﷺ فرماتے ہیں: اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

من عادی لی لیا فقد اذنته بالحرب[116]. رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی

[112] صحیح البخاری، کتاب الجنائز باب ما ینهی من سب الاموات، ج۱،ص۱۸۷، قدیمی کتب خانہ کراچی

[113] سنن ابی داؤد، باب مافی النهی عن سب الموتی، ج۲،ص۳۱۵، آفتاب عالم پریس لاہور

[114] سنن النسائی، النہی عن ذکر الہلکی الا بخیر، ج۱،ص۲۲۲، مکتبہ سلفیہ لاہور

[115] یعنی مسلمان مردوں میں سے کسی کو

[116] صحیح البخاری، کتاب الرقاق باب التواضع، ج۲،ص۹۶۳، قدیمی کتب خانہ کراچی

ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ.
جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کردیا[117]، اسے امام بخاری نے سیدنا ابوہریرہ ﷺ سے روایت کیا۔
اقول وکفی بالجامع الصحیح حجۃ وان کان فی قلب الذھبی ما کان.
اقول دلیل کے طور پر جامع صحیح کا حوالہ کافی ہے اگرچہ مریب کے دل میں کچھ شک گزرے۔

غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حال سقیم پر رحم کریں[118] اور خدائے جبار قہار جل جلالہ کے انتقام سے ڈریں اور مسلمانوں کے اموات کو ایذا نہ پہنچائیں[119]، آخر انھیں بھی اپنے امثال کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بیکس بے بس ہو کر لڑنا ہے۔ جیسا کہ آج

---

117 جو اللہ کے ولیوں سے دشمنی کریں اللہ عزوجل نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا ہے۔ اب مسلمان غور کریں وہ کون لوگ ہیں جن کی شکلیں اولیاء کرام کے نام سن کر بگڑ جاتی ہیں۔

118 تمام دیوبندی وہابی اہل حدیث اپنے بیمار دل پر رحم کریں سوچیں کے نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ ہمیں کیا سبق دے رہی ہیں۔ اور وہ (یعنی دیوبندی وہابی) کس راستے پر جارہے ہیں۔ یقیناً اولیاء کرام سے دشمنی رکھنے والے جہنم کا ایندھن ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس سے اعلانِ جنگ فرمادے وہ دنیا و آخرت میں فلاح پا ہی نہیں سکتا۔

119 کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ

(غافر ۱۸)

یا لوگوں کے ساتھ خوشی کرتے ہیں ویسا ہی اللہ ان کے ساتھ کرتا ہے۔

"ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جس کی بات مانی جائے گی۔"

وَاَمَّا الاَحَادِيْث فَمِنْهَا حَدِيْثُ اَبِيْ ذَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْمُتَقَدِّمُ فِيْ اٰخِرِ بَابِ الْمُجَاهِدَةِ

"اس بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں ان میں سے ایک حضرت ابو ذر غفار 4 کی حدیث ہے جو مجاہدہ کے باب کے آخر میں گزر چکی ہے۔"

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(رواہ مسلم

"حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کی شکل میں ہوگا۔"

(مسلم شریف

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ میں بیان کرتے ہیں نبی اکرم ے نے ارشاد فرمایا ہے مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ شخص ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔"

(متفق علیہ

عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما تدین تدان[۱۲۰] اخرجہ ابن عدی فی الکامل عن ابی عمرو احمد فی المسند عن ابی الدرداء وعبدالرزاق فی الجامع عن ابی قلابة مرسلاً وھو عندالاٰخرین قطعة حدی، قلت ولہ شواھد جمعة، وھو من جوامع کلمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اسے ابن عدی نے کامل میں ابن عمر سے، احمد نے مسند میں ابی الدردا سے اور عبدالرزاق نے جامع میں ابو قلابہ سے مرسلاً روایت کیا ہے، اور آخری دو کے نزدیک یہ حدیث کا ٹکڑا ہے، قلت (میں کہتا ہوں) اس کے لیے شواہد کثیر ہیں اور یہ حدیث حضور ﷺ کے جامع کلمات میں سے ہے (ت)

اللہ تعالٰی کی طرف شکوے کہ یہ بلا ان جاہلوں میں ان اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے جنھوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مر گئے اور خاک ہو گئے[۱۲۱]، نہ ابط

---

[۱۲۰] کنزالعمال بحوالہ ابن عدی عن ابن عمر، ح ۴۳۰۳۲، ج ۱۵، ص ۷۷۲، مؤسسة الرسالہ بیروت

[۱۲۱] اس بارے میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری ''عقائد و نظریات'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

موت کے بعد زندگی

ارشادِ ربانی ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

''ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔''

(القرآن ۳:۱۸۵)

یہ قطعی اور یقینی حقیقت ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ اس میں

کچھ سنیں نہ سمجھیں، نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبور

اختلاف ہے کہ موت کے بعد انسان میں ثواب کی لذت اور عذاب کی تلخی کے ادراک کی صلاحیت ہوتی ہے یا نہیں، بعض معتزلہ اور روافض کہتے کہ انسانی جسم ادراک سے محروم اور بے جان لاشے سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

''بعض معتزلہ اور روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے، کیونکہ میت زندگی اور ادراک سے عاری محض بے جان جسم ہے لہٰذا اسے عذاب دینا محال ہے۔''

(شرح عقائد ص ۷۷)

اہل سنت کے نزدیک اسے ایک قسم کی زندگی دی جاتی ہے، جس کے ذریعے وہ ثواب وعقاب کا ادراک کرتا ہے۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

''شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹتی ہے، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ بے روح جسم سے سوال کیا جاتا ہے لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا ہے۔''

(کتاب الروح ابن قیم جوزیہ ص ۸۴)

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں

''میت کا قرأت وغیرہ آوازوں کو سننا حق ہے، امام احمد بن حنبل کے اصحاب اور دیگر علماء نے کہا کہ میت کے پاس جو گناہ کیے جاتے ہیں، ان سے اسے اذیت ہوتی ہے۔ یہی قول انہوں نے امام احمد سے نقل کیا اور اس بارے میں متعدد آثار وروایت کیے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میت کو تلاوت قرآن اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔''

{ابن تیمیہ حرانی ص ۳۷۹ اقتضاء الصراط المستقیم (مکتبہ سلفیہ لاہور)}

مسلمین کی عظمت قلوبِ عوام سے چھیل (سلب کر) ڈالی۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

”مطلق ادراک، علم اور سننا تمام مردوں کے لیے ثابت ہے۔“

{محمد بن علی شوکانی قاضی ج۳ ص۲۸۲ نیل الاوطار مصطفی البابی مصر

انہوں نے ہر میت کے لیے علم اور سننے کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

علامہ ابن قیم سماع موتی پر احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے کہ وہ اہلِ قبور کو خطاب کرتے ہوئے سلام دیں اور کہیں ”السلام علیکم دارَ قومٍ مؤمنین“ تم پر سلام ہو اے مومن قوم کے گھر والو! اور یہ اس شخص سے خطاب ہے، جو سنتا اور جانتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ ایسے ہی ہوگا، جیسے کسی پتھر کو خطاب کیا جائے یا ایسے شخص کو خطاب کیا جائے جو موجود ہی نہ ہو۔“

(محمد بن القیم الجوزیہ، کتاب الروح ص۴، حیدر آباد دکن

نوٹ: اس دلیل پر اعتراض کرتے ہوئے احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل نہیں بنتی کیونکہ بسا اوقات ایسی چیزوں کو خطاب کیا جاتا ہے جو سنتی نہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ نے چاند کو دیکھ کر اسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”میرا اور تیرا رب اللہ ہے“ ترمذی (البریلویہ، ص۷۸) اب قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ظہیر صاحب کی بات مانی جائے یا ان کے امام ابن قیم کی۔ (شہزاد قادری)

فانا للہ وانا الیہ راجعون:

ان عبارات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جاننا اور سننا تمام اموات کے لیے ثابت ہے اور یہ کہ صاحب قبر تلاوت اور سلام کہنے والے کی آواز سنتا ہے، ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہر میت کی زندگی جیسی ہے حتیٰ کہ اسے کھانے اور پینے کی ضرورت ہو کیوں کہ جسم کے ساتھ روح کے تعلقات کئی قسم کے ہیں۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

''روح کے جسم کے ساتھ پانچ قسم کے تعلقات ہیں اور ان کے احکام الگ الگ ہیں (تین تعلقات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں) جسم کے ساتھ روح کا چوتھا تعلق، برزخ میں ہے کیونکہ روح اگرچہ جسم سے الگ ہو چکی ہے لیکن وہ بالکل ہی جدا نہیں ہوگئی۔ یہاں تک کہ اس کی توجہ ہی جسم کی طرف نہ رہے، ہم نے جواب کی ابتداء میں وہ احادیث اور آثار ذکر کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جب سلام کہنے والا سلام کہتا ہے تو روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے، یہ خاص قسم کا لوٹانا ہے، جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم قیامت سے پہلے (مکمل طور پر) زندہ ہو جائے گا۔

(ابن قیم جوزیہ: کتاب الروح ص ۷۲_۷۱)

۱۲۲ اللہ تبارک وتعالیٰ تو ہر اس مقام اور ہر اس چیز سے محبت کی تعلیم دے جس کو دیکھ کر اللہ عزوجل یاد آجائے۔ اللہ عزوجل کی فرمانبرداری یاد آجائے جیسے خانہ کعبہ کے پاس مقام ابراہیم 8 یعنی حضرت ابراہیم 8 کے قدموں کے نشان جنہیں دیکھ کر حضرت ابراہیم 8 کی اطاعت وفرمانبرداری یاد آجاتی ہے، جیسے صفا ومروہ کے دو پہاڑ جنہیں دیکھ کر بی بی ہاجرہ 4 کی اطاعت وفرمانبرداری یاد آتی ہے۔ اسی طرح حجر اسود جہاں سے ہر طواف کرنے والا اپنا طواف شروع کرتا ہے اسی طرح ہر نیک بندے کا

مزار بھی، جیسے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری W کا مزار مبارک دیکھ کر خواجہ صاحب
کی عبادت ریاضت اللہ عزوجل کی فرمانبرداری یاد آجاتی ہے۔
مزید یہ کہ اللہ کے نیک بندوں کی قبروں پر جانا تو سنت رسول سے ثابت ہے حضور اکرم
ہر سال شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے۔ جیسا کہ بخاری شریف
میں ہے۔